ہزار شکر کہ ہم نقص میں ہوئے کامل
جلیل رہ گئی بات اپنی ذی کمالوں میں

انتخاب جلیل

عرف

دیوان جلیل

جسکو

جناب حاجی غنی احمد صاحب تاجر کتب نے ماہ اپریل ۱۹۳۲ء میں شایع کیا تھا

اور اب

باہتمام راجی رحمت رب بدیع محمد رفیع غفرلہ اللہ السمیع

مطبع وحیدی کانپور میں چھپا

۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جسے یہ دل میں آہی خیال احمدؐ کا ۔ کہ روز خواب میں دیکھوں جمال احمدؐ کا

تڑپ رہا ہوں اِسی آرزو میں برسوں سے ۔ خدا دکھا دے نزاراب کی سال احمدؐ کا

کیا ہے کس نے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ۔ کہو فلک سے کہ دیکھیں کمال احمدؐ کا

خدا نے بخشدی اُمت کو ہمتِ دارین ۔ گیا نہ ایک بھی خالی خیال احمدؐ کا

فلک ہے درپئے ایذ خبر نہیں اس کی ۔ کہ ہے غلام یہ آشفتہ حال احمدؐ کا

جو لوگ شوق زیارت میں جان دیتے ہیں ۔ نصیب اُنھیں ہے ہمیشہ وصال احمدؐ کا

فراق میں یہی صورت ہو اک تسلی کی ۔ زباں پہ نام ہو دِل میں خیال احمدؐ کا

اُسی کے واسطے محشر میں سرفرازی ہے ۔ زہے نصیب جو ہو پائمال احمدؐ کا

کلیم طور پہ جانے کی کیوں کریں تکلیف ۔ کہو کہ دیکھ لیں آکر جمال احمدؐ کا

اِدھر اُدھر نہ بھٹکتا پھروں قیامت میں ۔ اُٹھوں تو ساتھ ہو یا ذوالجلال احمدؐ کا

خدا وہ روز مبارک مجھے دکھائے جلیلؔ
کہ آئے قاصد فرخندہ فال احمدؐ کا

باوفا یار بے وفا نہ ہوا ۔ دل ہوا دل کا مدّعا نہ ہوا

زلف کا عمر بھر رہا سودا
مثل سایہ کبھی جدا نہ ہوا

نہ کھنچی کھنچی ابھی کمان اُن کی
بولے تیور وہ دل نشانہ نہ ہوا

کہتے ہیں پھر چھٹے گی کیا مہندی
گر کبھی خون مدّعا نہ ہوا

غم دیا تم نے داغ ہجر دیا
سچ ہے کیا کیا مجھے عطا نہ ہوا

اتنی اے دود آہ کوتاہی
بڑھ کے تو گیسوے رسا نہ ہوا

بولے جھنجھلا کے جب گلا نہ کٹا
اک مصیبت ہوئی گلا نہ ہوا

اور تھوڑی سی ہمت اے ساقی
ایک ساغر سے کچھ بھلا نہ ہوا

نہ ملا یار سرو قد افسوس
شجر آرزو ہرا نہ ہوا

درد کا ہے مزہ محبت میں
اے قمر داغ کیا ہوا نہ ہوا

جان لینے کو بھی ادا کیا کم
ہیں تو منت کش قضا نہ ہوا

منھ دوا کا نہ درد نے دیکھا
داغ مرہم سے آشنا نہ ہوا

اور سب بیڑیاں توڑ کے کٹیں
قطع الفت کا سلسلا نہ ہوا

ہاتھ تک جوڑنا پڑے ہم کو
دل کے ہاتھوں جلیل کیا نہ ہوا

خط چاند سے چہرے پہ عیاں ہو نہیں سکتا
شعلے سے لپٹ جائے دھواں ہو نہیں سکتا

روکے سے رکیں اشک رواں ہو نہیں سکتا
آنکھوں سے مرا راز نہاں ہو نہیں سکتا

یارب کچھ اس انداز سے نالاں ہو مرا دل
وہ بھی یہ کہیں ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

میرے دل صد چاک میں تم کیوں نہیں رہتے
ایسا تو ہوا دار مکاں ہو نہیں سکتا

ہونے دو اگر ضعف سے آنکھوں میں سبک ہوں
خوش ہوں میں کسی دل پہ گراں ہو نہیں سکتا

ملجائے گا اس زلف سے جب حد سے بڑھیگا
برباد تو آہوں کا دھواں ہو نہیں سکتا

بو الفت گیسو کی جو چھوٹی تو خطا کیا
تم جانتے ہو مشک نہاں ہو نہیں سکتا

جب وصل کی درخواست یہ کرتے ہیں وہ انکار
قسمت بھی یہ کہتی ہے کہ ہاں ہو نہیں سکتا

تصویر تری آنکھ سے کیا جائے نکلکر
نازک ہے بہت نقل مکاں ہو نہیں سکتا

اس آگ کو درکار ہے تلوار کا پانی
رونے سے تو کم سوز نہاں ہو نہیں سکتا
تم دیکھ لو خود ہاتھ مرے سینے پہ رکھ کر
حال دل بیتاب بیاں ہو نہیں سکتا

کہتا ہے جلیل اب تو یہ انداز خموشی
حال آپ کا محتاج بیاں ہو نہیں سکتا

کیا کہیے غم اپنا بیاں ہو نہیں سکتا
چپ ہو رہوں یہ بھی مری جاں ہو نہیں سکتا
فرما گئے وہ دے کے مجھے داغ جدائی
یہ پھول کبھی نذر خزاں ہو نہیں سکتا
شمشیر بکف وہ ہیں تو میں نالہ بلب ہوں
اب رحم وہاں ضبط یہاں ہو نہیں سکتا
مجھ کو تو یقیں ہے کہ چھپے گا نہ مرا خوں
قاتل کو گماں ہے کہ گماں ہو نہیں سکتا
ہے خشک گلا اشک مرے لیکے چھڑک لو
یوں خنجر بیداد رواں ہو نہیں سکتا
تاثیر مے روح فزا دیکھ لی اے شیخ
اب تو نہ کہو پیر جواں ہو نہیں سکتا
حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہیں آنکھیں
ہونے کو ترا جلوہ نہاں ہو نہیں سکتا
تدبیر سے فطرت کا بدلنا نہیں ممکن
وہ آفت جاں راحت جاں ہو نہیں سکتا
زاہد سے کہو خدمت مے چاہیے برسوں
دو دن میں کوئی پیر مغاں ہو نہیں سکتا
وہ چال چلے تم کہ گلے کٹ گئے لاکھوں
اس ناز سے خنجر بھی رواں ہو نہیں سکتا
در پردہ گری برق نظر خرمن جاں پر
وہ آگ لگی جس میں دھواں ہو نہیں سکتا

کیا عشق بتاں میں ہیں جلیل آپ ہی نالاں
ناقوس سے بھی ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا
جس نے دیکھا تجھکو بس دیکھا کیا
کیا بتائیں دل لگا کر کیا کیا
آہ کی فریاد کی نالا کیا
ملنے میں غمزے کیے حیلا کیا
پھر یہ کہتے ہو کہ میں نے کیا کیا
اس کو یاد غیر مجھ کو رشک غیر
وہ ادھر اور میں ادھر تڑپا کیا
پھوڑ دوں کمبخت آئینے کی آنکھ
سامنے میرے تجھے گھورا کیا
دھجیاں میں حوروں کے محو پیرہن
تو تو زاہد بے پیے لوٹا کیا

دل سے میلا لگ گیا بازار میں — جو حسین گزرا کھڑا دیکھا کیا

غیر شاکی ہو تو ہو وہ غیر ہے — تم نے کس دل سے مرا شکوا کیا

خون جو میرا کیا یہ کچھ نہیں — کہتے ہیں کیوں خون کا دعویٰ کیا

اس ادا سے وہ چلے مستانہ چال — سایہ گھڑیوں خاک پر لوٹا کیا

وہ ہوے روپوش تو اُنکا خیال — خواب بنکر آنکھ میں آیا کیا

دیکھ کر اُن کو یہ دن دیکھا جلیل — ہاے شوق دید نے اندھا کیا

مرے جذب دل کا اثر دیکھ لینا — تم آؤ گے تھامے جگر دیکھ لینا

قیامت ہے اُن کا ادھر دیکھ لینا — کریں گے یوں ہی دلمیں گھر دیکھ لینا

برا کیا ہے باندھو اگر تیغ و خنجر — مگر پہلے اپنی کمر دیکھ لینا

نشانہ بناؤ گے تم کیا عدو کو — ہمیں ہوں گے مد نظر دیکھ لینا

تڑپ لاش کی گر یہی قبر میں ہے — تو اک دن سر رہگذر دیکھ لینا

اُدھر سے ہیں تیر نظر چلنے والے — جلیل آج اپنا جگر دیکھ لینا

فغاں میں درد دعا میں اثر نہیں آتا — جو تم نہیں ہو تو کوئی ادھر نہیں آتا

سنا ہے جب سے کہ خواب عدو میں تم آئے — قرار دلکو مرے رات بھر نہیں آتا

چمن میں روتی ہے شبنم تو پھول ہنستے ہیں — تجھے تو یہ بھی مری چشم تر نہیں آتا

یہ کیا ہے آج جو سینے میں دل اچھلتا ہے — جواب خط تو لیے نامہ بر نہیں آتا

تری نگاہ کو جب دیکھتا ہوں کہتا ہوں — کہ میری آہ میں ایسا اثر نہیں آتا

کچھ اپنے محو تصور کی بھی خبر ہے تمھیں — غریب ہوش میں دو دو پہر نہیں آتا

ترے خیال میں جو آئے اُس سے کہدینا — مری سمجھ میں تو کچھ نامہ بر نہیں آتا

اب آپ شربت دیدار اپنا رکھ چھوڑیں — مریض ہجر تو بچتا نظر نہیں آتا

بتوں کے ذکر سے رکتی نہیں زبان کمبخت — کبھی تو اپنی دعا میں اثر نہیں آتا

کیا ہزاروں کو سیدھا فلک کی گردش نے / مرا نصیب مگر راہ پر نہیں آتا

خطاب قاتل عالم کسی طرح مل جائے / وہ قتل کرتے ہیں گو قتل کر نہیں آتا

تمہارے ہجر نے کچھ ایسی پھوٹ ڈالی ہے / ہمارے نالۂ دل میں اثر نہیں آتا

نہ پوچھیے کہ جنوں لے گیا کدھر مجھکو / اُدھر کہ ہوش جدھر بھولکر نہیں آتا

تڑپ دکھایئے کیا اُسکو جو یہ کہتا ہو / مجھے نظر کہیں درد جگر نہیں آتا

شرر فشاں ہوئے نالے تو اور گل پھولا / وہ کہتے ہیں کہ ابھی سے اثر نہیں آتا

نگاہ لطف سے محروم ضعف نے رکھا / نظر وہ کس پہ کریں میں نظر نہیں آتا

لگا ہے نخل تمنا کی پتّی پتّی پر / یہ وہ نہال ہے جس میں ثمر نہیں آتا

شراب عشق کی مستی عجیب مستی ہے / گیا جو ہوش تو پھر عمر بھر نہیں آتا

نقاب پھونک کے کہتی ہے اُس کی برق جمال / نظر کرے کوئی اتنا نظر نہیں آتا

اثر کو نالۂ موزوں ترا نہ کیوں ترسے / کہ سرو باغ میں بلبل ثمر نہیں آتا

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست
جلیل شعر کا فن عمر بھر نہیں آتا

دل کے لینے پر جو وہ مائل ستمگر ہو گیا / ناز دلجو عشوہ دلکش غمزہ دلبر ہو گیا

خوش ہوا ایسا کہ میں آپے سے باہر ہو گیا / یار کا ملنا نہ ملنا سب برابر ہو گیا

ہائے مارے ڈالتی ہے روٹھ جانے کی ادا / تھا یونہیں وہ شوخ قاتل کھنچ کے خنجر ہو گیا

کس طرح دیکھوں تجھیں جب یہ بھی آگے سے ہٹے / آئنہ کمبخت تو چھاتی کا پتھر ہو گیا

حسن والوں کے بگڑنے پر تصدق سو بناؤ / پڑ گیا جو پیچ گیسو میں وہ گھونگر ہو گیا

اک ادا کی چال پر کٹ جاتے ہیں لاکھوں گلے / یہ چھری جب سے چلی بیکار خنجر ہو گیا

دل سے نکلے جتنے نالے خوش قدوں کی یاد میں / سرو کوئی بن گیا کوئی صنوبر ہو گیا

کمسنی میں خاک ہو اُس سے صفائی کا نباہ / کہدیا آئینہ رو جسدن مکدّر ہو گیا

پیارے پیارے ہونٹھ چوم آیا ترے او مست ناز / اب تو آنکھوں سے لگا لینے کا ساغر ہو گیا

بڑھ گئی حسن سماعت سے سخن کی آبرو / کان میں اُنکے پڑا جو شعر گوہر ہو گیا

کی جفا تم نے تو معشوقوں کو زیبا ہی جفا
آسماں کو کیا ہوا یہ کیوں ستمگر ہو گیا

ایک لوہے کا تھا ٹکڑا وہ بھی بل کھایا ہوا
تیرے ابرو سے مشابہ ہو کے خنجر ہو گیا

دل پھنسا بیڈھب تھا لیکن بانکنے کچھ راہ دی
کھا کے جھٹکے زلف کے سیدھا مقدر ہو گیا

میکشو اٹھو یہاں اب لطف رہنے کا نہیں
پھر گئی جب چشم ساقی دور ساغر ہو گیا

لوٹتا ہوں رنگ محفل دیکھ کر پیر مغاں
تیرے متوالوں کا حلقہ دور ساغر ہو گیا

کوئی مطلب تھا نہ مضموں شوق تنے دو حرف بھی
میں جو لکھنے کے لئے بیٹھا تو دفتر ہو گیا

اب لب نوشیں سے کوئی دم نہیں ہوتا جدا
مے پلا کر اسکو خود مے نوش ساغر ہو گیا

رہ گیا پیکاں تمھارا ٹوٹ کر اچھا ہوا
اور اک دل سینے میں دل کے برابر ہو گیا

وہ قیامت میں چلے تھے دو قدم اک شور تھا
بس خدا کے واسطے پامال محشر ہو گیا

میرے آنسو اور زینت دامن محبوب کی
یہ اسی پانی کا جوہر تھا جو گوہر ہو گیا

گرنی پڑتی سارے عالم سے رقابت مجکو آج
تھی خدا کی مصلحت جو تو ستمگر ہو گیا

ہم عبث سہمے ہوئے تھے معرکے سے عشق کے
اک ذرا سی بات تھی سر کٹ گیا سر ہو گیا

اللہ اللہ حضرت استاد کا فیض سخن
چار دن خدمت میں جو بیٹھا سخنور ہو گیا

لکھ کے بھیجا یا تڑپنے کے مضامیں اے جلیل
لے کے قاصد خط مرا لوٹن کبوتر ہو گیا

کوئی حسیں ہو مجھے اک نگاہ کر لینا
جگر کو تھام کے چپکے سے آہ کر لینا

تم آئینے میں کرو سیر اپنے جوبن کی
ہماری آنکھ سے بھی اک نگاہ کر لینا

رہے بچاؤ کا پہلو بھی قتل کرنے میں
مری خطا پہ مجھی کو گواہ کر لینا

وہ ہم سے بزم میں اظہار شرم اس بت کا
وہ ہم کو دیکھ کے نیچی نگاہ کر لینا

ہمارے بعد رہے پاس راز الفت کا
کہیں نہ حال تم اپنا تباہ کر لینا

نیاز مند ہوں کافی ہے ناز کرنے کو
سلام جا کے انھیں گاہ گاہ کر لینا

کوئی سنے نہ سنے مجھ کو درد دل کہنا
اثر کرے نہ کرے مجھ کو آہ کر لینا

تم اپنے سینہ و بازو کو شوق سے دیکھو
ہمارے حال پہ بھی اک نگاہ کر لینا

چلا ہے مجھکو یہ سمجھا کے ہائے وہ بیدرد
جو دل میں درد اُٹھے آہ آہ کر لینا

مزے میں بڑھ کے ہو زاہد کی بیگناہی سے
گناہ کرتے ہی عذر گناہ کر لینا

ستم ہے اُنکے لیے جو نباہ کرتے ہیں
تمھیں تو چاہ ہے دو دن کی چاہ کر لینا

نکیلی آنکھوں کا چلتا ہوا یہ جادو ہے
نگاہ ملتے ہی ہر دل میں راہ کر لینا

وہاں تو چرخ سے بھی بانکپن کا ہے اظہار
ہلال دیکھ کے ٹیڑھی کلاہ کر لینا

وہ اپنے ہاتھ سے ہمکو سزا جو دیتے ہیں
ہمیں بھی کوئی نہ کوئی گناہ کر لینا

وہ جس سے ملتے ہیں اُس سے ضرور کہتے ہیں
جلیل سے نہ کہیں رسم و راہ کر لینا

دیکھنے میں آئے وہ جلوہ نہیں ہے یار کا
دیکھ لے موسیٰ کو جسکو شوق ہو دیدار کا

مانگتے ہیں یار سے ہم بوسہ یوں رخسار کا
ہم کو بھی ملجائے کوئی پھول اس گلزار کا

آنکھ بہ نکلی جو دیکھا جلوہ روے یار کا
بھرتے ہی چھلکا پیالہ شربت دیدار کا

ہے ادا کے ساتھ شہرہ ابروے خمدار کا
ہاتھ جب نکلا تو نکلا ہاتھ بھی تلوار کا

واے قسمت کچھ جو بیداری تھی اپنے بخت میں
وہ بھی حصہ ہو گئی اب دیدۂ بیدار کا

اب تو وہ ہیں اور کنگھی آئنہ ہے رات دن
پڑ گیا اُن پر ہے پھندا گیسوے خمدار کا

اشک بھی نکلے مری آنکھوں سے یہ کہتے ہوے
حال اب دیکھا نہیں جاتا ہے اس بیمار کا

وعدۂ محشر کے چھینٹے دے رہے ہیں اسلئے
تاکہ مر ہی جائے پیاسا شربت دیدار کا

رخ تو رخ ہے خط کی سرسبزی ذرا دیکھے کوئی
ایک اک کانٹے میں عالم ہے یہاں گلزار کا

آئنہ پیش نظر رہتا ہے یہ اچھا نہیں
پھر بری ہو گی جو جسکا پڑ گیا دیدار کا

تو سلامت ہے تو قاتل اپنا تھل بیڑا کہاں
اب گلے تک آ گیا پانی تری تلوار کا

قیس کے ملبوس عریانی پہ لیلیٰ رو پڑی
جا بجا پیوند دیکھا زخم دامندار کا

سامنے کی چوٹ کھا کر بچ گیا تھا دل مرا
گر پڑا تھا آج اک پھول اُنکے باسی ہار کا

ہاتھ کے ساتھ آنکھ بھی بسمل پہ پڑتی ہے ضرور
جوڑ یہ اچھا نکالا آپ نے تلوار کا

بام سے کس نے دکھایا جلوۂ برق جمال
غش پڑا ہوں میں ادھر سایہ اُدھر دیوار کا

اِسقدر مضبوط کیوں باندھا گیا بند نقاب
دِل شکستہ ہو نہ وعدہ آپ کے دیدار کا

ہم تو یوسف کہہ کے لائے تھے حسینوں میں اُسے
دِل ہمارا اک تماشا ہو گیا بازار کا

خون میں ڈوبی ہوئی پلکیں وہ اُنپر لختِ دل
پھولوں میں تُلتا ہے ہر کانٹا مرے گلزار کا

زخم دینا بخیہ کرنا دونوں ہیں قاتل کے ہاتھ
دھار اِدھر تلوار کی ڈورا اُدھر تلوار کا

کون سحر سامری کا نام لیتا ہے جلیل
چل رہا ہے اِن دنوں جادو نگاہِ یار کا

پیارا پیارا حسن دیکھا دل کو پیارا ہو گیا
جو حسیں چمکا مری آنکھوں کا تارا ہو گیا

روتے روتے کس قمر وش کا نظارا ہو گیا
ایک اک آنسو مرا آنکھوں کا تارا ہو گیا

زینت آغوش ہو کر ڈھل گیا سانچے میں حسن
پیار کرنے سے مرے وہ اور پیارا ہو گیا

میری مستی نے مجھے اِک چھوڑ دو صدمے دیے
ہاتھ سے شیشہ گرا دل پارہ پارہ ہو گیا

بو جنوں کی لے اُڑی سر سے ہوائے زلفِ یار
عشق اپنا مُشک بنکر آشکارا ہو گیا

وصل کی شب بھول کر دی اُسکی آرایش نے ہائے
آفتاب ایک ایک افشاں کا ستارا ہو گیا

شوخ تم بیچین دِل کیا مِلتا جُلتا رنگ ہے
تم ہوئے سیماب وش دِل پارہ پارہ ہو گیا

ایک شوخی اُن کی کرجاتی ہو سب کچھ بزم میں
اِس سے باتیں ہو گئیں اُس سے اشارا ہو گیا

چھڑکے افشاں رات وہ نکلے تو اُف رے اشتیاق
ٹوٹ پڑنے پر اُتارو ہر ستارا ہو گیا

کیا اُٹھا سکتا دلِ نازک کڑی بات آپ کی
ٹھیس لگتے ہی یہ شیشہ پارہ پارہ ہو گیا

یار تجھ کو چاہتا ہے کیوں نہ چاہوں میں تجھے
تو تو اے دل اب مرے پیارے کا پیارا ہو گیا

خال و عارض نے فلک کی ساری رونق چھین لی
چاند کوئی بن گیا کوئی ستارا ہو گیا

گھٹ رہے تھے میرے ارماں حسرتیں بے چین تھیں
عشق میں اچھا ہوا دل پارہ پارہ ہو گیا

دیدہ و دِل میں غضب کی پھوٹ تمنے ڈالدی
چل گئی باہم جو چیتون کا اشارا ہو گیا

جان تو بدوں کیوں نہ میں جب یوں کہے وہ ناز سے
دِل تمہارا تھا کبھی اب تو ہمارا ہو گیا

اشک کے قطرے غنیمت ہیں قفس میں بلبلو
آب و دانہ بند تھا کچھ تو سہارا ہو گیا

ملگئیں نظروں سے آنکھیں مٹ گئی بیگانگی
دل میں جب چاہو اب آؤ گھر تمہارا ہو گیا

اُسنے دیکھا اک نظر دل ہاتھ سے جاتا رہا
آنکھوں آنکھوں میں قیامت کا اشارا ہوگیا

ہجر کی شب میں نہ چمکا صبح کا تارا کبھی
ہائے وہ بھی میری قسمت کا ستارا ہوگیا

سخت جاں عاشق کو اک خنجر نہ جب کافی ہوا
دوسرا خنجر نگاہوں کا اشارا ہوگیا

عشق نے اشکوں کو میرے آب بھی دی تاب بھی
کوئی موتی بن گیا کوئی ستارا ہوگیا

کرکے وعدہ دی گرہ آنچل میں اُسنے شکر ہے
اِک ذرا ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہوگیا

بد دُعا نکلی لبِ جان بخش جاناں سے جلیل
عاشقوں کو مرنے جینے کا سہارا ہوگیا

ابھی باقی ہے آنا قبر پر اُس فتنہ قامت کا
قیامت ہو چکی پھر بھی ہا دھڑکا قیامت کا

فنا ہم ہوگئے لیکن اثر باقی ہے وحشت کا
ٹھہرتا ہی نہیں کوئی ٹھکانا اپنی تربت کا

غضب ہے دھوم قامت کی ستم ہے حسنِ قامت کا
وہ دھڑکا تھا قیامت کا یہ پتلا ہے قیامت کا

جما ہے بعد مُردن بھی خیال اُس فتنہ قامت کا
قیامت بیٹھی ہے پہلو دبائے میری تربت کا

کھلا یہ حشر میں منظور اُس کو خودنمائی تھی
دکھانیکو یہ پردہ ڈال رکھا تھا قیامت کا

اُلجھکر رہگیا آنکھوں کے ڈوروں میں دلِ مضطر
نظر کیا تم نے ڈالی جال ڈالا ہے محبّت کا

اُڑاتے پھرتے ہیں وہ تیر قضا بڑھ بڑھ کے کہتی ہے
جزاک اللہ کیا کہنا ہے قاتل تیری ہمّت کا

بلا کا ہے بناؤ یار اپنی بگڑی حالت میں
ترے گیسو کا گھونگر بن گیا ہے پیچ قسمت کا

خدا ہی ہی جو منہ کھلنے پہ کوئی زندہ رہجائے
نقابِ رُخ یہ کہتی ہے کہ پردہ ہوں قیامت کا

تلوّن سے ترے ڈر ہے بدلجائے نہ شان اُسکی
تری تصویر میں بھروں میں رنگ اپنی طبیعت کا

بلا کے پیچ و خم آئے ترے گیسو کے حصّہ میں
اُسے بھی کاٹ لے لیتے جو کچھ تھا میری قسمت کا

بہت بے چین ہیں او ترک پیاسے آب خنجر کے
ترے قربان اب پڑجائے چھینٹا ابرِ رحمت کا

قلق اسمیں تڑپ اسمیں الم اسمیں ہے غم اسمیں
مرے پہلو میں دل کیا ہے خزانہ ہے محبت کا

نگہبانی ہی کیا کیا وصل کی شب اپنے جوبن کی
حیا جب اُٹھ گئی بٹھلا دیا پہرا نزاکت کا

ہماری آنکھ سے معشوق دلمیں آتے رہتے ہیں
جو یہ گھر ہے محبت کا تو وہ در ہے محبّت کا

اِدھر اشکوں کی رنگینی اُدھر داغوں کی گلکاری
ہماری بزم میں کیا رنگ اُچھلتا ہے محبّت کا

جلیل ایسی بھی کیا آفت پڑی تھی شعر کہنے میں
کہیں اس فکر سے کھلتا ہے رنگ اپنی طبیعت کا

مزہ چکھا یہ میں نے اُنسے دعوے کر کے چاہت کا
کھلے بالوں وہ چل پھر کر دکھانا حسن قامت کا
جنوں میں ایک رنگ آتا ہی اپنا ایک جاتا ہے
نہ ٹوٹے اُنسے دل غیر نکلے مجھ سے تار اشکو نکلے
تم اگر سیر تو دیکھو کسی دن دیدۂ تر کی
نگاہِ گرم سے خورشید محشر نے اگر دیکھا
نہ تھا یاں ہم نشیں کوئی اکیلے دم الجھتا تھا
نہ دیکھو آئینہ مٹ جائے گا دعوائے یکتائی
ہمارے دلمیں اور اس برق وش میں چلتی ہے
بھلا اس جامۂ ہستی کی اے دل کوئی ہستی ہے
گلے سے ہو نہیں سکتی جدا تلوار قاتل کی
بڑی مشکل سے قاتل کو کیا ہے قتل پر راضی
جبین یار کی چھوٹی ہوئی افشاں جو ملجاتی
ہمیں جو اُنسے کہنا تھا وہ سب کچھ آج کہہ گذرے
یہ دلمیں ہے کہ آئینہ دکھا کر میں کہوں اُن سے
سر شام آپ افشاں چن رہے ہیں اپنے ماتھے پر

مرا سر کاٹ کر بولے کہ یہ پھل ہے محبت کا
اُڑاتے پھرتے ہیں وہ جابجا جھنڈا قیامت کا
مرے چہرے پہ نقشہ کھنچگیا ہی میری وحشت کا
نقاہت میری پورا جوڑ ہے اُن کی نزاکت کا
کہ موجیں لے رہا ہے آجکل دریا محبت کا
تو میرا ہاتھ ہو گا اور داماں تیری رحمت کا
مزہ کیا دے گیا ہے بیٹھ جانا اپنی تربت کا
نکل آئے نہ گھر ہی میں کوئی اس شکل و صوت کا
جو یہ پتلا ہے شوخی کا تو وہ پتلا شرارت کا
کرے گا پرزے پرزے ایک جھٹکا دست وحشت کا
رگ گردن لپٹ کر بنگئی پھندا محبت کا
کہیں ایسا نہ ہو کچھ جوڑ چلجائے نزاکت کا
بناتے اُسکو لیکر ہم ستارا اپنی قسمت کا
بس اب اُنکی زباں پر فیصلہ ہے اپنی قسمت کا
مجھے درکار اک معشوق ہی اس شکل و صورت کا
چمکتا ہے ستارا آج دیکھیں کسکی قسمت کا

جلیل آٹھوں پہر درد جگر سے بیقراری ہے
قیامت ہی کسی بیدرد پر آنا طبیعت کا

مری وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا
اُن کے لانے کی نہ سوجھی تجھے قاصد تدبیر
دلمیں جوہر ہے صفائی کا تو صد چاک بھی ہے

سننے والوں کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا
جھوٹ سچ کوئی تو افسانہ بنایا ہوتا
کبھی آئینہ کبھی شانہ بنایا ہوتا

رخ پہ بکھری تھیں جو زلفیں تو بکھرنے دیتے
خوب اِن پریوں کو دیوانہ بنایا ہوتا

منھ چھپانا تھا نہ ایجان نگاہوں سے مری
شمع رُخ کا انھیں پروانہ بنایا ہوتا

تم نے زلفوں کو بنا کر ہمیں دیوانہ کیا
کیا بگڑتا تھا تمھارا نہ بنایا ہوتا

مَر کے بھی روح نہ پینے کو ترستی ساقی
میری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا

دلِ وحشی جو چھٹا مجھ سے بہت خوب ہوا
ورنہ ابتک مجھے دیوانہ بنایا ہوتا

دیکھتے تم کہ سنور جاتے یہ گیسو کیسے
میری پلکوں کا اگر شانہ بنایا ہوتا

اُٹھ گیا قیس جو صحرا سے تو آئی آواز
اپنے گھر کو تو نہ ویرانہ بنایا ہوتا

دیکھتے صنعتِ صانع کو خدا والے بھی
زیرِ مسجد کوئی بتخانہ بنایا ہوتا

اُسکی تصویر بنائی بھی تو کیا اے بہزاد
غمزہ و عشوہ جانانہ بنایا ہوتا

بیڑیاں زلفوں کی دیوانوں کو پہنانا تھا
قید خانہ کو پری خانہ بنایا ہوتا

دلِ جو واعظ کا بنایا تھا الٰہی پتھر
کاش سنگِ درِ میخانہ بنایا ہوتا

آنکھ اُٹھا کر کبھی ساقی نے نہ دیکھا ورنہ
خانقاہوں کو بھی میخانہ بنایا ہوتا

ہاتھ آجاتی جو مے دیکھتے پینے کا مزا
اپنے چلو ہی کو پیمانہ بنایا ہوتا

وسعتِ دل جو کبھی پیرِ مغاں دکھلاتا
ایک اِک جام کو میخانہ بنایا ہوتا

منھ سے آنچل جو ہٹاتا وہ سرِ بزم جلیل
بخدا شمع کو پروانہ بنایا ہوتا

وصل میں وہ چھیڑنے کا حوصلہ جاتا رہا
تم گلے سے کیا ملے سارا گلہ جاتا رہا

یار تک پہونچا دیا بیتابیِ دل نے ہمیں
اک تڑپ میں منزلوں کا فاصلہ جاتا رہا

ایک تو آنکھیں دکھائیں پھر یہ شوخی سے کہا
کہیے اب تو کم نگاہی کا گلہ جاتا رہا

روز جاتے تھے خط اپنے روز جاتے تھے پیام
ایک مدت ہو گئی وہ سلسلہ جاتا رہا

جھینکتے تھے دلکو ہم یاں ہوش بھی جاتے رہے
گم شدہ یوسف کے پیچھے قافلہ جاتا رہا

مڑ کے قاتل نے جو دیکھا وار پورا ہو گیا
کشتگانِ نیم بسمل کا گلہ جاتا رہا

وادیِ غربت کے ساتھی ہیں ہمیں دل سے عزیز
رو دیے ہم پھوٹ کر جب آبلہ جاتا رہا

بیخودی میں محو نظارہ تھے ہم کیوں چونک اٹھے
ہائے وہ اپنا مزے کا مشغلہ جاتا رہا

کیا مہذب بنکے پیش یار بیٹھے ہیں جلیل
آج وہ جوش جنوں وہ ولولہ جاتا رہا

آنکھیں دکھا کے اور ہی عالم دکھا گیا
اک مست مجکو اپنا پیالہ پلا گیا

دل چیخ اُٹھا خیال جو ابرو کا آگیا
خنجر لگا گیا کوئی خنجر لگا گیا

بچتے بچتے ہم تو عشق سے قسمت کو کیا کریں
کمبخت دل کو آپ یہ آنا تھا آگیا

اُسنے جو یہ سنا کہ تڑپ میں ہے کچھ کمی
آیا اور ایک تیر جگر پر لگا گیا

جادو تھا کیا تھا جلوۂ محبوب یا خدا
جبتک سنبھالوں دل کو وہ دل میں سما گیا

کیا جانے کیا سلوک کیا غم نے دلکے ساتھ
سنتے ہیں میزبان کو مہمان کھا گیا

کس کس کو ہم سنبھالیں غضب کا ہے اضطراب
رکھا جو دل پہ ہاتھ جگر منھ کو آگیا

ذکر جمال یار یہاں چھیڑنا نہ تھا
ہم اپنی جان سے گئے یاروں کا کیا گیا

ڈوبے ہوئے حیا میں ہیں جتنے ہیں نازنیں
جس گل کو چھو لیا وہ عرق میں نہا گیا

کھلنا غضب تھا ہائے وہ زلف سیاہ کا
اُٹھا اک ابر اور مرے دل پہ چھا گیا

میرے لہو میں ہاتھ نہ تمنے بھرے تو خیر
خنجر کو کیا ہوا تھا کہ دامن بچا گیا

خنجر سے ٹھنڈے ہونے کی اُمید تھی ہمیں
منھ موڑ کر وہ اور جلے کو جلا گیا

مجنوں کو میرے دشت جنوں سے علاقہ کیا
دو دن کو وہ بھی آکے یہاں خاک اُڑا گیا

نکلا نہ ساتھ لے گیا دل ہی کو اے جلیل
پہلو میں آکے تیر بھی پہلو بچا گیا

زیبا یہ نہ تھا تم کو دل لیکے دغا کرنا
ان ہونٹوں سے کیا کہنا ان ہاتھوں سے کیا کرنا

سینے پہ مرے چڑھنا سر تن سے جدا کرنا
قاتل یہ سبھی کرنا جلدی نہ ذرا کرنا

وعدہ پہ نہ یاں آنا وعدہ نہ وفا کرنا
آنا تو الگ رہنا کرنا تو جفا کرنا

چل پھر کے اُٹھیں ہر روز اک حشر بپا کرنا
اے میرے خدا تجھ کو منظور ہے کیا کرنا

رونے سے کہاں فرصت کیا دیکھیے حال اپنا
ممکن نہیں آنکھوں سے دامن کو جدا کرنا

ہے قصد جو رہنے کا اک چھوڑ ہیں وہ گھر
تم دل میں مرے رہنا آنکھوں میں پھرا کرنا

اس مشق ستم پر بھی یونہیں سا رہا گردوں
آیا تو یہی آیا دو دل کو جدا کرنا

مجکو یہ مرے دل نے جاتے ہوئے سمجھایا
دلبر کی جفا سہنا قسمت کا گلا کرنا

رو رو کے بیاں کرنا حسرت مری اے قاصد
کہنے میں نہ آئے جو آنکھوں سے ادا کرنا

میں نے جو تمہیں چاہا کیا اسمیں خطا میری
یہ تم ہو یہ آئینہ انصاف ذرا کرنا

دل کا کچھ اشارا ہے میرا کچھ ارادہ ہے
اور آپ کو یہ ہٹ ہے میرا ہی کہا کرنا

تم سے تو مریضوں کو دیکھا بھی نہیں جاتا
بننے کو بنے عیسیٰ آیا نہ دوا کرنا

راتوں کو نکلتے ہو یہ بھی کوئی پردہ ہے
غیروں سے ملا کرنا سائے سے حیا کرنا

تم سچے ہمیں جھوٹے جانے بھی دو یہ جھگڑا
گذری جو گذرنی تھی اب چاہیے کیا کرنا

گو جان نہیں ہم میں ہے آن وہی باقی
جو دل میں ہوا کہنا جو منہ سے کہا کرنا

تسکین کو تری لے دل قاصد کی یہ باتیں ہیں
وہ آئے نہ آئیں گے بس یونہیں سنا کرنا

وہ شوق بھرا دل تھا حسرت سے تڑپ اٹھا
ثابت نہ ہوا مجھ پر ناوک کا خطا کرنا

پیکان ہی جو پہلو میں پہلو ہی میں رہنے دے
اچھا نہیں او ظالم دو دل کو جدا کرنا

جاتے ہو خدا حافظ ہاں اتنی گذارش ہے
جب یاد ہم آجائیں ملنے کی دعا کرنا

وعدے پہ یقین مجکو آنے ہی کو تھا لیکن
چتون یہ پکار اٹھی مشکل ہے وفا کرنا

گر پردہ محمل کو الٹا تو غضب ہوگا
مجنوں کی قسم تجکو ایسا نہ صبا کرنا

اس آپ کی غفلت پر افسوس جلیل افسوس
کیا کر چلے دنیا سے تھا آپ کو کیا کرنا

پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا
دیکھا تو ذرے ذرے میں اسکا ظہور تھا

موسیٰ نہ برق طور نہ ایمن میں طور تھا
سینہ مرا تھا اور دل ناصبور تھا

میں اک پری کے رقص کی دھن میں جو چور تھا
اونچے سروں کا راگ مجھے نفخ صور تھا

پردہ وہ کیوں اٹھاتے انھیں کیا ضرور تھا
آنکھوں میں تھا جو نور یہ کس کا ظہور تھا

تھی عشق و عاشقی کے لئے شرط زندگی
مرنے کے واسطے مجھے جینا ضرور تھا

اب اختیار ہے تمھیں دار المحن کہو
جب تم تھے دل میں تو یہی دار السرور تھا

پردہ اُٹھانے کو جو کہا تھا مری خطا
آنکھوں میں پھر رہے تھے یہ کس کا قصور تھا

کہتی ہے آنکھ دل سے کہ اَے محوِ شوقِ دید
میری خطا تو تھی ہی ترا بھی قصور تھا

تھے بام پر وہ انجمن آرا جو رات کو
روشن نہ ماہ تھا نہ ستاروں میں نور تھا

آئینہ اُن کے سامنے رکھ لوں تو یہ کہوں
انصاف سے کہو کہ مرا کیا قصور تھا

وہ مست خواب تھے نہ کیا آہ نے اثر
ناوک کی کیا خطا ہے نشانہ ہی دور تھا

دل توڑنے کا یار سے کرتا میں کیا گلہ
اُس کا نہ تھا قصور مرا ہی قصور تھا

عشاق روز حشر عجب شان سے چلے
ہر اک کے سر پہ سایۂ گیسوے حور تھا

بگڑو نہ اسقدر جو گلے سے لگا لیا
سمجھو کہ بے قراری دل کا قصور تھا

غش میں بھی دل دکھانے کو آنا تھا کیا ضرور
موجود میں نہ تھا مرا دل تو حضور تھا

تھا رات میکدے میں عجب میکشوں کا حال
ساقی کبھی زباں پہ کبھی یا غفور تھا

برسوں ہوے کہ جھیل رہا ہوں جفاے یار
اب تک نہ یہ کھلا کہ مرا کیا قصور تھا

اچھا ہوا جو آج حسینوں پہ جان دی
آخر تو ایک دن ہمیں مرنا ضرور تھا

تھا پیچھے پیچھے اہل عدم کے مرا غبار
میں ساتھ کارواں کے تھا ہاں دور دور تھا

سب سے جدا تھی شان مُرقع میں آپکی
تصویر میں بھرا ہوا رنگ غرور تھا

صحرا نورد قیس ہو لیلےٰ کے واسطے
اتنا تو میں کہوں گا کہ سودا ضرور تھا

رحمت نے کی وہ آؤ بھگت حشر میں جلیل
مجکو ہوا گمان کہ میں بے قصور تھا

برقِ نگاہِ یار یہ کیسا ظہور تھا
دیکھا تو ڈھیر سُرمے کا دم بھر میں طور تھا

کتنا حیا پرست بتِ رشکِ حور تھا
دل سے قریب تھا مگر آنکھوں سے دور تھا

دلمیں تھا وہ سرور وہ آنکھوں میں نور تھا
سمجھے تھے ہم جو دور سمجھ کا قصور تھا

تھا یہ کمال ساقیِ مستِ شباب کا
لغزش قدم میں ہاتھ پہ جام بلور تھا

جو کوستے ہیں مجکو ذرا اُن سے پوچھیے
آیا تھا دل جو تم پہ مرا کیا قصور تھا

وہ آ کے لکھ گئے مرے لوحِ مزار پر — قسمت کا جو لکھا تھا وہ ہونا ضرور تھا
کیونکر کہوں کہ قتل کیا مجکو بے قصور — چاہا تھا میں نے اُسکو یہ تھوڑا قصور تھا
چلتا وہ مست ناز نہ کیوں جھومتا ہوا — ساقی ہمارا اور ہی نشئے میں چور تھا
اُسکے کرم نے بھر دیے جنت میں بیحساب — سو تھے قصور وار تو اک بیقصور تھا
موج ہوا حباب کو سنگ گراں ہوئی — لیتے ہی سانس شیشۂ دل چور چور تھا
عاشق کے ساتھ آپ کا انصاف دیکھیے — جب قتل کر چکے تو کہا بے قصور تھا
روز ازل پیا تھا جو جام مے الست — آنکھوں میں مرتے مرتے اُسی کا سرور تھا
یہ کیا کہ عمر بھر مرے دلمیں چھپے رہے — آنا ہی میرے پاس تمھیں کیا ضرور تھا
آیا تھا چل کے ناوک دلدار دور سے — دیتے نہ جان ہم یہ مروت سے دور تھا
اتنا نہ سمجھے ہوگا قیامت کا سامنا — آنا مری لحد پہ تمھیں کیا ضرور تھا
بجلی گرائی وقت یہ تم نے نگاہ کی — مچلا ہوا غضب کا دل ناصبور تھا
دلمیں چھپائے رکھتے کہا تک بتونکو ہم — منھ ایک دن خدا کو دکھانا ضرور تھا
نشہ شباب کا تو ہوا ہوگا آج اُسے — پہلے سے وہ پیے ہوے جام غرور تھا
محفل میں گرتے گرتے وہ مجھپر سنبھل گئے — نشئے میں چور تھے مگر اتنا شعور تھا
آفت تھے دونوں میرے لیے فرق تھا یہی — تم دور تھے قریب دل ناصبور تھا
وہ بیخودی کی آڑ میں لپٹے جلیل سے — کیونکر کہوں کہ ہوش نہ تھا۔ تھا ضرور تھا

ناداں تھے وہ شباب نے ہشیار کر دیا — فتنے کو خواب ناز سے بیدار کر دیا
نرگس کو بھی فراق میں رونا اسی کا ہے — آنکھوں کو انتظار نے بیمار کر دیا
تلوار ہو کہ تیر ہو خنجر ہو یا سناں — سب کو تری نگاہ نے بیکار کر دیا
اچھے تم آئے دیکھنے اپنے مریض کو — آنکھیں دکھا کے اور بھی بیمار کر دیا
اک رہ گیا تھا ناز اُٹھانے کا مشغلہ — اُسکو بھی ہائے ضعف نے بیکار کر دیا
کیا کیا بناؤ بگڑے ہوئے تیوروں میں ہے — غصے نے اور اُن کو طرحدار کر دیا
اتنے لیے کہ اُنکو مسیحا بنائیں ہم — اچھے بھلے تھے ہم ہمیں بیمار کر دیا

حیرت فزا ہے جلوہ گہ یار کس قدر
چلنے میں یوں ہی قتل وہ کرتے تھے خلق کو
دلبر جو تم ہو لوٹ یہ قدرت خدا کی ہے
پست و بلند کوچہ قاتل کی تھی زمیں
صورت اجل کی دیکھ کے آنکھیں سی کھل گئیں
جینے کی تو امید کہاں تھی فراق میں
تم گل سے گال قبر پہ رکھتے تو بات تھی
پیارا کوئی مجھے ہو گوارا نہیں اسے
اظہار کرکے اسنے کدورت کا وقت دید
تفریح طبع کے لیے سیکھا تھا فن شعر

جو در پہ آ گیا اُسے دیوار کر دیا
بانکی ادا نے اور بھی تلوار کر دیا
یوسف تمھیں بنا کے خریدار کر دیا
بسمل نے لوٹ پوٹ کے ہموار کر دیا
اِس خواب نے تو سوتے کو بیدار کر دیا
مرنا بھی انتظار نے دشوار کر دیا
کیا فائدہ جو پھولوں کا انبار کر دیا
یاں تک کہ اپنی جان سے بیزار کر دیا
مٹی تمام شربت دیدار کر دیا
فرمائشوں نے جان کا آزار کر دیا

ہم سے جلیل فکر سخن خاک ہو سکے
غم نے دل و دماغ کو بے کار کر دیا

فزا ہوتا مرا نالہ جو آتشبار ہو جاتا
بگڑنے میں بناوٹ کا اگر اظہار ہو جاتا
کسی کو دیکھتے وہ میں جگر افگار ہو جاتا
نکلنے کے لیئے ارماں مرے دلمیں مچلتے ہیں
چمن سے توڑ کر گل لے گیا بولی نہ کچھ بلبل
مزے کی پھانس چبھنے سے مزا پورا نہیں ہوتا
لب جاں بخش سے کہتے اگر وہ مجھ سے مرنیکو
نزاکت کا بھلا ہو تیر اُن کا رہگیا دلمیں
یہاں تو ہے غرض اس سے کہ جینے کا سہارا ہو
مسرت وصل کی آنے نہ دیتی ہوش میں مجکو
محیط غم میں اے قاتل مری کشتی ہے طوفانی

کسی کا دل جلانا پھر تمھیں دشوار ہو جاتا
یہ گالی لطف دیجاتی یہ غصہ پیار ہو جاتا
کسی پر تیر پڑتا میرے دل کے پار ہو جاتا
مزہ ہوتا جو کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا
جو میں ہوتا تو گلچیں کے گلے کا ہار ہو جاتا
یہ بڑھ کر تیر ہوتی تیر دل کے پار ہو جاتا
بہت آسان تھا مرنا بہت دشوار ہو جاتا
جگر محروم کیوں رہتا جو دل کے پار ہو جاتا
وہ ملتے یا نہ ملتے وصل کا اقرار ہو جاتا
جو تو ملتا تو پھر ملنا کبھی دشوار ہو جاتا
لگا دیتا جو تو اک ہاتھ بیڑا پار ہو جاتا

شب تاریک فرقت میں اکیلے دم اُلجھتا ہے
خدا کرتا کہ میرا بخت ہی بیدار ہوجاتا

دوا بیتابیٔ دل کی تری چٹکی میں ہے قاتل
ٹھہر جاتا جو کوئی تیر دل کے پار ہوجاتا

مری توبہ بھی تو یہ بھی کوئی اے ناصح ناداں
کوئی عیسیٰ ابھی ملتا ابھی بیمار ہوجاتا

چھپا رکھی تھی قاتل ہمنے دلمیں آرزو تیری
غضب ہوتا جو تیرا تیر دل کے پار ہوجاتا

جلیل اک بیوفا کی یاد دل کو گدگداتی ہے
وگرنہ شعر کہنا آج کل دشوار ہوجاتا

مگر نا قتل سے میرے تمھیں دشوار ہوجاتا
لب زخم جگر جسدم لب اظہار ہوجاتا

نظر کی چوٹ کھا کر دل اگر بےکار ہوجاتا
تو غم کیا تھا نشانے کو جگر تیار ہوجاتا

بس اب اے بیقراری ضعف میں تیرا سہارا ہے
نہ تو ہوتی تو اُٹھنا بیٹھنا دشوار ہوجاتا

ہر اک خواہاں ہے قاتل سے کہ پہلے میں نشانہ ہوں
تڑپ جاتا جگر۔ ناوک جو دلکے پار ہوجاتا

مژہ کے ساتھ اک تیر نگہ کی بھی تمنا تھی
یہ دل کے پار ہوتی وہ جگر کے پار ہوجاتا

ترے جلوے سے غش آنا نہیں موقوف موسیٰ پر
یہ وہ مے ہے کہ جو پیتا وہی سرشار ہوجاتا

لڑاتے ہم نظر اُنسے تو اِسکا کیا نتیجہ تھا
یہی ہوتا کہ کوئی تیر دل کے پار ہوجاتا

خدنگ ناز تیرا ڈوبنے کو اک سہارا تھا
جو دل کے پار ہوجاتا تو بیڑا پار ہوجاتا

چھری چلتی جو شرمیلی ادا کی دل لگی ہوتی
جگر پر زخم جو پڑتا وہ دامندار ہوجاتا

کیا چل کر مجھے بسمل تو کیا تعریف ناوک کی
تری چٹکی میں رہتا اور دلکے پار ہوجاتا

جھلک پردے کی تھی جسنے اُڑائے ہوش موسیٰ کے
نہیں معلوم کیا ہوتا اگر دیدار ہوجاتا

نہ تھا اقرار آنے کا مگر وہ بے وفا آیا
غضب ہوتا ستم ہوتا اگر اقرار ہوجاتا

بگڑ کر تم اگر آنکھیں دکھاتے مہرباں ہم کو
ہمارا کیا بگڑتا مفت میں دیدار ہوجاتا

وہ میری لاش جب ٹھکرا چکے اغیار سے بولے
غضب ہوتا جو یہ فتنہ کہیں بیدار ہوجاتا

ہمارا طائر دل مرغ دست آموز ایسا ہے
جو تم چمکارتے چٹکی بجاتے پار ہوجاتا

فلک تونے ہزاروں فتنہ خفتہ جگائے ہیں
برا کیا تھا جو میرا بخت بھی بیدار ہوجاتا

جواں ہے نوک پر ایسا کہ اُسپر دم نکلتا ہے
ذرا تنکر جو چلتا ناز سے تلوار ہوجاتا

اگر دل میں وہ آرہتا وہی ارمان کہلاتا
نگاہوں میں سماتا حسرت دیدار ہو جاتا

جلیل اک نالہ تم کو کھینچنا تھا سامنے اُس کے
کہ اپنے دردِ دل کا بے کہے اظہار ہو جاتا

ہاتھ نازک تھے کند خنجر تھا — سخت جانوں کا کیا مقدر تھا
دل کسی بات سے نہ باہر تھا — آپ آتے تو آپ کا گھر تھا
زانوئے رشکِ حور پر سر تھا — مرنے والوں کا کیا مقدر تھا
سخت نازک مزاج دلبر تھا — خیر گذری کہ دل بھی پتھر تھا
بستر اپنا رہا کسی در پر — ہم کو تکیہ مگر خدا پر تھا
حسرت آباد اب وہ ہے مشہور — جس گلی میں ہمارا بستر تھا
اس پہ الزام قتل کیا آتا — ہاتھ میں تیغ تھی نہ خنجر تھا
مختصر حال زندگی یہ ہے — لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا
اُن کی رخصت کا دن تو یاد نہیں — یہ سمجھئے کہ روز محشر تھا
تیری بنیاد جب نہ تھی اے چرخ — ہم ستمکش تھے وہ ستمگر تھا
کیا ہی گھل مل گیا ہے دشمن سے — ہائے وہ بت جو دل کا پتھر تھا
خاک بھبتی مرے ترے دل میں — ایک شیشہ تھا ایک پتھر تھا
مثل پھوڑے کے آنکھیں پھوٹ بہیں — ذکر بھی دردِ دل کا نشتر تھا
تم مرے گھر جو آنے والے تھے — کھولے آغوش صبح تک در تھا
دے دیا دل کسی کو خوب ہوا — روگ جی کا فساد کا گھر تھا
جھوٹی تعریف سے ہمیں مطلب — دل میں جو ہے وہی زباں پر تھا
سیرِ دنیا کا لطف کیا آتا — بڑھ کے محشر سے خوفِ محشر تھا
خط ساغر کی تھی نہ پہلے خبر — شیخ سمجھا تو ایک دفتر تھا
ابرِ رحمت جو ہو گیا مشہور — کسی میکش کا دامنِ تر تھا
سرو و گل سے چمن تھا میخانہ — کوئی مینا تھا کوئی ساغر تھا

جب اُنھیں شوق تھا سنورنے کا — ایک ایک آئنہ سکندر تھا
آنسوؤں کی بھی تھی کیا بساط مگر — دیکھتے دیکھتے سمندر تھا

کیسی آزاد زندگی تھی جلیل
درِ دل پر جب اپنا بستر تھا

دستِ نازک سے وہاں خنجر نکلکر رہگیا — آج مشتاقِ شہادت ہاتھ مل کر رہگیا
اُسکے شکوے پر دھواں دل سے نکلکر رہگیا — کچھ کہا تھا شمع کو پروانہ جل کر رہگیا
دن جو دشمن کے پھرے پھیری بھی پھرنا چاہئیں — کیا زمانہ ایک ہی کروٹ بدل کر رہگیا
درد والے کو وہ پڑتے ہیں پرائی آگ میں — لو جو اُٹھی شمع سے پروانہ جل کر رہگیا
بخیہ گر آساں نہیں اِن حیثیونکی روک تھام — لی گریباں کی خبر دامن نکل کر رہگیا
دیکھکر متوالی آنکھیں پاؤں اُٹھتے ہی نہیں — بارہا ساغر بھی اُس محفل میں چلکر رہگیا
شمع پروانے سے کہتی ہے کہ رہنا دُور دُور — دیکھ میرے پاس آیا اور جل کر رہگیا
معرکے میں ہوتی ہے تقدیر سے فتح و شکست — جان لی ابرو نے خنجر ہاتھ مل کر رہگیا
دل کی نادانی جو وہ اُلجھا خیالِ یار سے — ایسی چٹکی لی کہ پہلو میں مچل کر رہگیا
کچھ نہ جانا ہم نے کب چمکی تری برقِ جمال — اسقدر جانا کہ دل پہلو میں جل کر رہگیا
امتحاں وہ کر چکے سینے پہ میرے رکھکے ہاتھ — دردِ دل جاتا کہاں پہلو بدل کر رہگیا
چلنے والے تھی سبھی خنجر چھری تلوار تیر — تم چلے جسوقت جادو سب پہ چل کر رہگیا
سچ تو یہ ہے آگ ہوتی ہے رقابت کی بری — تجکو موسیٰ نے جو دیکھا طور جل کر رہگیا
بام پر جب تک ہے وہ جلوہ آرا کیا کہوں — بارہا پہلو میں دل میرا اُچھل کر رہگیا
ایک تو صورت غضب اُسپر غضب جوشِ شباب — جس نے اُسکو دیکھ پایا ہاتھ مل کر رہگیا
ہے جوانی میں نہ وہ آنکھیں نہ وہ اُن کا مزاج — کیا زمانہ ہے زمانہ ہی بدل کر رہگیا
ہیں وہ نازاں اپنی شوخی پر لگاکر دل میں آگ — میں یہ خوش ہوں دل میں جو کچھ تھا وہ جل کر رہگیا
جانے والے ہوش کو اچھا ملا تھا رہنما — ساقیا افسوس تیرا جام چل کر رہگیا
اب وہ آغوشِ جوانی سے نکلتا ہے کہاں — اپنے جوبن کی طرح سانچے میں ڈھل کر رہگیا

چلبلا معشوق کوئی ہاتھ آئے گا جلیل
خود بخود دل آج پہلو میں مچل کر رہ گیا

غم نہیں قاتل ترا خنجر جو چلکر رہ گیا
مرنے والوں کا قلق سے دم نکلکر رہ گیا

معرکہ بیتابی و شوخی کا دیکھا ہم نے آج
دل اُچھلکر رہ گیا دلبر مچل کر رہ گیا

دستِ قاتل کی نزاکت پاؤں کی زنجیر ہے
تیز خنجر تھا مگر دو ہاتھ چل کر رہ گیا

کیا بلا ہوتی ہے اے اللہ یہ دل کی لگی
شمع پر پروانہ آیا اور جل کر رہ گیا

اور بھی قاتل جلانا تھا خدا کمبخت کو
تو دلِ پُرخوں مرا تلووں سے مل کر رہ گیا

اسکو بھی قاتل سمجھنا چاہیئے آپس کی لاگ
تیر جب بیٹھا جگر پر دل اُچھل کر رہ گیا

غل ہوا جب پاے ساقی پر گرا چکرا کے میں
آج محفل میں یہ اچھا دور چل کر رہ گیا

دوست سے جبتک نہ ہو ملنا جبھی تک خیر ہے
شمع سے پروانہ لپٹا اور جل کر رہ گیا

ساتھ دے کوئی کہانتک آپ سے بدعہد کا
کی وفا نے بیرخی وعدہ بھی ٹل کر رہ گیا

درد کی میرے کبھی بیدرد نے پروا نہ کی
آخر اب آکر جو دیکھا ہاتھ مل کر رہ گیا

آتشیں رخ سے اُلٹنا تھی نہ محفل میں نقاب
آنچ آئی شمع پر پروانہ جل کر رہ گیا

دشت گردی کا نتیجہ تو نے دیکھا اے جنوں
پاؤں کے ہاتھوں دماغ قیس چل کر رہ گیا

آگ دلکی بجھتی ہے پانی کے چھینٹوں سے کہیں
شمع روتی ہی رہی پروانہ جل کر رہ گیا

کیا اشارے پر لگایا ہے ذرا دیکھے کوئی
آنکھ ساقی نے جو پھیری جام چل کر رہ گیا

دیکھنا یہ کون آیا بزم میں دامن کشاں
شمع بجھ کر رہ گئی پروانہ جل کر رہ گیا

چشم و دل کو ناز تھا اپنے رفیقوں پر مگر
اشک ڈھل کر رہ گئے نالہ نکل کر رہ گیا

ضبط کی گردن پہ یہ خونِ بلبل ناشاد ہے
منھ سے جب نالہ نہ نکلا دم نکل کر رہ گیا

ہاے وہ دل تھا جو اپنی زندگی کی کائنات
لیکے وہ چلتے ہوے میں ہاتھ مل کر رہ گیا

حرفِ مطلب یار سے کہتا میں کیونکر اے جلیل
لب کا کھلنا تھا کہ اک نالہ نکل کر رہ گیا

تو جو میری لاش پر سایہ فگن ہو جائیگا
اے مرے قاتل وہی میرا کفن ہو جائیگا

ہم نہ سمجھے تھے کہ اے صیاد تیرے دور میں
سب قفس بھر جائینگے خالی چمن ہو جائیگا

دشت غربت میں روش اپنی ہی مثل نقش پا
جس جگہ ہم بیٹھ جائیں گے وطن ہو جائیگا

اب تو ملبوس بدن ہے کوئے جاناں کا غبار
بعد مرنے کے یہی اپنا کفن ہو جائیگا

ایک دن پھولوں سے ہنسکر ہم بلا میں پڑ گئے
کیا خبر تھی مدعی سارا چمن ہو جائیگا

زخم و پیکاں دونوں ملکر دینگے قاتل کو دعا
کوئی تو ہو گا زباں کوئی دہن ہو جائیگا

پردہ پوشی کے رہیں محتاج کیوں تیرے شہید
خون کی چادر جو پھیلے گی کفن ہو جائیگا

کیا غضب ہے سیر گلشن کو چلے ہو بے نقاب
باغباں لٹ جائے گا صدقے چمن ہو جائیگا

گر چلی ہے آپ سے باہر مجھے اس کی تلاش
یہ سفر اپنا سفر اندر وطن ہو جائیگا

ظلم کی فریاد کیوں کرتے اگر ہم جانتے
آپ کی تائید پر چرخ کہن ہو جائیگا

ہاتھ اٹھیں یا نہ اٹھیں آ گئی جس دم بہار
مثل گل خود پرزے پرزے پیرہن ہو جائیگا

آج تم ملنے کو کہتے ہو یہ کس کو ہے امید
آج کیا کوئی نیا چرخ کہن ہو جائیگا

اے زہے قسمت کہ لیلیٰ ملنے آئے قیس سے
کس کو یہ امید تھی صحرا چمن ہو جائیگا

آپ چھو دیکھیں کسی غنچے کو اپنے ہاتھ سے
غنچہ گل ہو جائے گا اور گل چمن ہو جائیگا

قیس نکلا تھا ہوا جنگل کی کھانے کے لئے
کیا خبر تھی وادی غربت وطن ہو جائیگا

ہاں خدا کے واسطے چٹکی نمک کی رکھ جائے
بے مزہ اے یار زخموں کا دہن ہو جائیگا

رنج کیا اسکا اگر کملا گئی دل کی کلی
ایک دن نذر خزاں سارا چمن ہو جائیگا

پھر بہار آئی دھواں پھر بھٹیوں سے اٹھ چلا
پھر نئے سر سے جواں چرخ کہن ہو جائیگا

داغ دل داغ جگر سب منتظر ہیں وقت کے
فصل گل آنے تو دو گھر گھر چمن ہو جائیگا

رنجش خاطر چھپاؤ لاکھ چھپنے کی نہیں
پیچ جو دل میں ہے ماتھے کی شکن ہو جائیگا

نہ فلک اسکی غلامی میں رہینگے اے جلیل
جو غلام چار یار و پنجتن ہو جائے گا

یوں تو بسمل ہے ترا سارا جہاں میری طرح
پر تڑپنے لوٹنے والا کہاں میری طرح

میں نہ پہونچوں گا جو کوئے یار تک کچھ غم نہیں
تیرے نالے تو نہیں کچھ ناتواں میری طرح

پاؤں پھیلائے ہیں کیا کیا میرے اشک و آہ نے
ہیں مصیبت میں زمین و آسماں میری طرح

اللہ اللہ کوئے جاناں کی زمیں ہے وہ زمیں
سیکڑوں بیٹھے ہیں اے بے خانماں میری طرح

شاخ کیا ہر برگ گل سے دل ہے وابستہ مرا
گر کوئی باندھے تو باندھے آشیاں میری طرح

میں نے پھولوں کو بھی دیکھا باغ میں کانٹوں کو بھی
نازنیں تیری طرح ہیں ناتواں میری طرح

گل اگر بجلی سے چھوٹا آج صرصر لے اُڑی
ہو نہ دشمن کا بھی یارب آشیاں میری طرح

وہ جواں جب سے ہوئے ہیں کہتے ہیں یہ ناز سے
کیا کرے گا ظلم پیر آسماں میری طرح

بیخودی کے ہیں مزے جب سے گئے ہوش و حواس
کون سوئے گا لٹا کر کارواں میری طرح

قتل سے رکتے جو تم ہو میں سمجھتا ہوں اُسے
چاہنے والا ملے گا پھر کہاں میری طرح

میں یہ سمجھا قلقل مینا کو سنکر ساقیا
لے رہا ہے کوئی بسمل ہچکیاں میری طرح

میں تو دل کو ڈھونڈھتا ہوں کوچۂ دلدار میں
تو جھکا پڑتا ہے کیوں ای آسماں میری طرح

ہائے رے افسردگی اس دل کی جسکا قول ہے
ہو نہ کوئی پھول پامال خزاں میری طرح

ہیں یہی آہیں تو گھر اپنا چمن میں رہ چکا
دیکھنا اُڑتا پھرے گا آشیاں میری طرح

میں وہ ہوں دیکھی ہیں برسوں جسنے انکھیں آپکی
کوئی ہو سکتا ہے کب جادو بیاں میری طرح

میرے اشک چشم سے کہتا ہے وہ طفل حسیں
میں چلوں اُٹھکر تو ہو یہ بھی رواں میری طرح

یار کی تصویر سے بہلے گا دل کیونکر جلیل
میری قسمت سے ہی وہ بھی بیزباں میری طرح

راز دل چھپ نہیں سکتا ہے معما بنکر
ایک دن منہ سے نکل آئے گا نالا بنکر

خال رخ جلوہ نما ہوتا ہے کیا کیا بنکر
آنکھ میں آنکھ کا تل دل میں سویدا بنکر

ناز سے کہتی ہے وہ زلف چلیپا بنکر
بو مرے سر میں سما جاتی ہے سودا بنکر

جتنے آئینے ہیں سب تکتے ہیں صورت میری
آئینہ خانے میں آیا میں تماشا بنکر

میں ہی بیمار نہیں آنکھ تو دیکھو اپنی
کیا بتایا مری جاں تم نے مسیحا بنکر

قتل کے بعد مرے چہرہ پہ رنگت کیسی
پھوٹ نکلی ہے وفا خون تمنا بنکر

دہن یار کا نقشہ نہ اُڑانا بہزاد
رنگ تصویر سے اُڑ جائیگا عنقا بنکر

نکلے سینے سے مرے تیر دو پیکاں نہ کبھی — کوئی دل بن کے رہا کوئی کلیجا بنکر
ہم نہ یہ مرتے ہی رہیں گے یونہی مرنیوالے — موت کا کیا وہ بگاڑینگے مسیحا بنکر
خواب میں یار کے آنے کا جو آتا ہی خیال — آنکھ کھلجاتی ہے آغوش تمنا بنکر
ہم انکو پردے میں بھی ہے شوق نموداری کا — آنکھوں میں رہتے ہیں وہ آنکھ کا تارا بنکر
شام غربت کی ادا قیس سے پوچھے کوئی — بال کھولے ہوے حور آئی ہے لیلا بنکر
دیکھنا کشتۂ رفتار جیے ہم اٹھتے ہیں — حشر اٹھا ہے ترے کوچے میں مسیحا بنکر
عارض و ابرو و خال آپ کے کیا چمکے ہیں — مہر بنکر مہ نو بنکے ستارا بنکر
آبداری تری تلوار کی دیکھی ہم نے — سوکھے گھاٹ اسنے اتارا ہمیں دریا بنکر
دل کو ناوک سے اڑانا کوئی آسان نہ تھا — اڑ گیا رنگ رخ یار نشانا بنکر
کف دست و لب و رخ آپ کے مشہور ہوے — حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا بنکر
پیار کی آنکھ جلا لیتی ہے ہم کشتوں کو — کام کرجاتے ہیں بیمار مسیحا بنکر

عشق کاکل سے نہ چھوٹے گی کبھی جان جلیل
عمر بھر ساتھ رہے گا ترے سایا بنکر

اور اترائیں گے وہ برق تجلی بنکر — آرسی گھورتی ہے دیدۂ موسیٰ بنکر
گوشہ گیری سے بھی شہرت مری کچھ کم نہ ہوئی — پر لگا لے مرے مضمون نے عنقا بنکر
پیرہن پھاڑ کے بو گل کی نکل بھاگے گی — باغ میں فصل بہار آئی ہی سودا بنکر
بزم میں بیٹھ کے کیا کیا نہ اٹھائے فتنے — ستم آوارہ بنے انجمن آرا بنکر
در مضمون کا ہے وہ جوش کہ اللہ اللہ — لہریں لیتی ہے طبیعت مری دریا بنکر
حسرت دید کی تاثیر اسے کہتے ہیں — تیلیاں قیس کی پھرنے لگیں لیلا بنکر
ایک پیکان نے کیا خون ہمارے دل کا — ایک قطرے نے ڈبویا ہمیں دریا بنکر
دل میں چبھنے سے ادا اور ہوئی مژگاں کی — نوک کی لینے لگی خار تمنا بنکر
بانکپن حسن کا افلاک کو دکھلانا تھا — چاند کے ٹکڑے کیے چاند کا ٹکڑا بنکر
مار ڈالا نگہ لطف سے اک عالم کو — ملک الموت ہوے تم تو مسیحا بنکر

اپنے مرنے کا کسے غم ہے غم اسکا ہے مجھے
جان نکلی مری دشمن کی تمنا بنکر

عشق بہروپ تھا جو چشم و دل و سر میں رہا
کہیں حیرت کہیں وحشت کہیں سودا بنکر

ہاتھ دھونا ہو جسے جینے سے اپنے دھولے
تیغ یار آج روانی یہ ہو دریا بنکر

بوسہ دے لو تو یہ دل زلف میں اپنی رکھو
نقد ٹھہرا ہے بگڑ جائے گا سودا بنکر

پھول ہیں تازہ دم ایسے کہ ہنسے دیتے ہیں
روح پھونکی ہے صبا نے دم عیسی بنکر

یار نے گھر سے نکلنے کی قسم کھائی ہے
دلمیں رہتا ہے مرے دلکی تمنا بنکر

نقش پا کو نہ ستمگر نے پلٹ کر دیکھا
راہ تکتے ہی رہے چشم تمنا بنکر

حشر کے روز نبی کا قد بے سایہ جلیل
سایہ ڈالے گا سر خلق پہ طوبے بنکر

آنکھ چھلکی جو دم دید پیالا بنکر
بولے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بنکر

اور بگڑے گا اب آشفتہ مزاجونکا مزاج
آج نکلا ہے مرا گیسووں والا بنکر

تم سلامت رہو برقع کے اٹھانے والے
گھر میں آئے ہو مرے گھر کا اجالا بنکر

ہم ہیں اُس درد کے قائل کہ چھپائے نہ چھپے
منھ کو آئے جو کلیجا بھی تو نالا بنکر

اب بگڑ کر مری آنکھونکو دکھا دو آنکھیں
تم نے آئینے کا ارماں تو نکالا بنکر

کیا مزہ ہے اُدھر اُٹھی ہے دھواں دھار گھٹا
ادھر آیا ہے مرا گیسووں والا بنکر

تم بڑھاؤ جو مرا دل تو بڑھے حسن فغاں
لطف دے نالہ موزوں قد بالا بنکر

بڑھ گیا حسن سماعت سے مرے شعر کا حسن
کان میں انکے پڑا کان کا بالا بنکر

ٹوٹنا خار کا مجھ سے نہیں دیکھا جاتا
پھوٹ بہتی ہے مری آنکھ بھی چھالا بنکر

داغ کھانے سے نکلتے ہیں مضامین نگیں
لعل اُگلتی ہے طبیعت مری لالا بنکر

جلکر آیا کیے اُس رخ کے تصور میں ہمیں
چاند کے گرد پھرے چاند کا ہالا بنکر

بعد استاد کے ہو لطف سخن خاک جلیل
شعر بھی منھ سے نکلتا ہے تو نالا بنکر

ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جواں ہو کر
ہمارے باغ ہستی میں بہار آئی خزاں ہو کر

الٰہی خیر ہو جو لے چکے ہیں مجھ سے دل میرا | وہی پھر آ رہے ہیں آج مجھ پر مہرباں ہو کر
گل و خار چمن میرا ترا خاکہ اڑاتے ہیں | حسین و نازنیں ہو کر نحیف و ناتواں ہو کر
یہی عالم ہے گر جوش جنوں میں خاک اڑانے کا | زمیں بھی سر پہ اک دن آ رہے گی آسماں ہو کر
جوانی کی دعائیں مانگی جاتی تھیں لڑکپن میں | لڑکپن کے مزے اب یاد کرتے ہیں جواں ہو کر
خدا رکھے دل مایوس میں امید باقی ہے | یہی گل ہے جو بو دیتا ہے پامال خزاں ہو کر
بس اے واماندگی دم لیجیے چلنے دے اسکو | تقاضا کر رہے ہیں اشک آنکھوں سے رواں ہو کر
بڑھاپا چرخ کا تیری جوانی دونوں قاتل ہیں | ستمگر تو بنا ہے تیر ہو کر وہ کماں ہو کر
جدا اب ہو گئے ایسے کہ ملنا حشر پر ٹھہرا | وہی ہم تم میں رہتے تھے جو باہم جسم و جاں ہو کر
سب آخر اشک خوں ہو ہو کے آنکھوں سے ٹپک نکلیں | کہاں تک حسرتیں رہتیں مرے دل میں نہاں ہو کر
نہ مانیں وہ ہماری کچھ گلہ اسکا نہیں لیکن | قیامت ہے کہ دم بھر میں نہیں ہو جائے ہاں ہو کر
سمجھتے ہیں کہ ہے میری جوانی پیار کے قابل | ہماری قدر کرتے ہیں وہ اپنے قدرداں ہو کر
مجھے شبنم بنا رکھا ہے ان خورشید رویوں نے | رلاتے ہیں نہاں ہو کر مٹاتے ہیں عیاں ہو کر
کرامت نام اسکا ہے اسے اعجاز کہتے ہیں | سنائیں تلخ باتیں یار نے شیریں زباں ہو کر
بہت خوش تھے کہ تیر مرکے چھوٹے سب بکھیڑوں سے | خبر کیا تھی کہ ہم برسوں جئیں گے نیم جاں ہو کر
حسیں ہیں انکو ہر صورت سے دل قابو میں کر لینا | بگڑ کر مسکرا کر گرم ہو کر مہرباں ہو کر
اٹھان اس فتنۂ قامت کی یہ سب سے کہلواتی ہے | جو بچپن میں قیامت ہو وہ کیا ہوگا جواں ہو کر
جو نکلے تیر چٹکی سے یہ کہتے دل میں آ بیٹھے | رہیں دشمن ہمارے طائر بے آشیاں ہو کر
ہمیں وہ تھے کہ ہوتی تھی بسر پھولوں کے غنچوں میں | ہمیں اب ہے فلک تنکے چنیں بے آشیاں ہو کر
ہماری چشم تر کو چھیڑتے اب بھی وہ ڈرتے ہیں | سمجھتے ہیں کہ تھمنے کے نہیں آنسو رواں ہو کر
کلیجہ چاہیئے عشاق کی تربت پہ آنے کو | وہ بیٹھے فاتحہ خوانی کو اٹھے نوحہ خواں ہو کر

جلیل آخر جو کی ہے شاعری کچھ کام بھی نکلے
کسی بت کو مسخر کیجیے معجز بیاں ہو کر

غضب ڈھاتے ہیں تیر ناز دل میں میہماں ہو کر | رہے تو درد دل ہو کر جو نکلے تو فغاں ہو کر

اچھالا گیسوؤں نے نام کیسا پاک کے عارض کو
زمینِ حسن پر چھائے ہوئے ہیں آسماں ہو کر

نمکیں ہیں جوانی کی جو رنگ اب نہ دکھاتی ہیں
کسی جا شوخیاں ہو کر کہیں بیتابیاں ہو کر

اب آ نکلے ہو گلشن میں تو دیکھو سیر چل پھر کر
غضب ہے تم بنو سرو چمن سرو رواں ہو کر

نہ کی وہ بات جس سے سختیاں سہتے رقیبو تم بھی
سلامت ہم رہے بتیس دانتوں میں زباں ہو کر

حدِ جاناں سے آگے کب تحیر بڑھنے دیتا ہے
جو آتا ہے وہ رہ جاتا ہے سنگِ آستاں ہو کر

زباں درکار ہے معشوق کی تعریف کرنے کو
اُنھیں جادو نگہ کہیے مگر جادو بیاں ہو کر

نہالِ شمع میں کیا خوشنما اک پھول آیا تھا
ستم ڈھایا نسیمِ صبح نے بادِ خزاں ہو کر

تقاضا سن کا بھی اللہ کیا شے ہے کہ یوسفؑ سے
زلیخا ناز کرتی ہے نئے سر سے جواں ہو کر

ستم کا کچھ نہیں شکوہ مگر ہم کو یہ حیرت ہے
وہ کیونکر آفتِ جاں ہو گئے آرامِ جاں ہو کر

جو کچھ ضبطِ فغاں سے جان پر گذری ہے کیا کہیے
کلیجہ آ گیا ہے بارہا منھ کو زباں ہو کر

کروں جو ضعف کا شکوہ تو جھٹلائیں ابھی مجھکو
نکلکر دل سے نالے آنکھ سے آنسو رواں ہو کر

ستم پیشہ سہی وہ بھی مگر یہ فرق کیا کم ہے
ہوا مشہور گردوں پیر ہو کر تم جواں ہو کر

توقع تھی کہ محفل میں کہے گی سوزِ دل میرا
ستم ہے بول جائے شمع بھی آتش بیاں ہو کر

اُڑا کر مرقدوں کی خاک صرصر کہتی پھرتی ہے
یہ تھے سب سرو و گل جو مٹ گئے نذرِ خزاں ہو کر

بتوں نے گالیاں دیکے اپنی بات بھی کھوئی
یہ جیسے بید ہیں بکتے کاش رہتے بے زباں ہو کر

نہ میں آہِ کشیدہ ہوں نہ میں اشکِ چکیدہ ہوں
الٰہی پھر تباہی میں ہوں کیوں بے خانماں ہو کر

لحد میں آنے والوں کا ہوا جو حشر کیا کہیے
اُٹھی ہے شمع گل ہو کر اڑے ہیں گل خزاں ہو کر

جلیل اُستاد کا مصرع نہ بھولا ہے نہ بھولیگا
انا الحق بول اُٹھا منصور آخر بدگماں ہو کر

اچھی کہی دل میں نے لگایا ہے کہیں اور
یہ جب ہو کہ تم سا ہو زمانے میں حسین اور

کل شیخ کو میخانے میں اس حال سے دیکھا
دستار کہیں جبہ کہیں آپ کہیں اور

تڑپا کے جو وہ دل کو چلے جان پکاری
کیا آپ کے ترکش میں کوئی تیر نہیں اور

گردوں پہ مہ و مہر [illegible] زمیں پر
اک [illegible] جاناں ہو [illegible] کہیں اور

تڑپانے لٹانے کا مرے لطف تو جب ہے
اونچا ہو فلک اور کشادہ ہو زمیں اور

میں عکس ہوں آئینۂ امکاں میں تمھارا
تم سا جو نہیں کوئی تو مجھ سا بھی نہیں اور

احباب جو کرتے ہیں کرم حال پہ میرے
کہتا ہے جنوں آیئے چل بیٹھیں کہیں اور

ہر بات پہ واں فرض ہے تلوار نکلنا
کی میں نے خوشامد تو ہوے چیں بجبیں اور

جاتے ہیں مٹاتے ہوے وہ نقش قدم کو
کہدے کوئی اُن سے کہ ہے اک خاک نشیں اور

آنکھ اُسنے ملائی تڑپ اُٹھا دل مضطر
تاکا تھا کہیں اور پڑا تیر کہیں اور

کیا بات ہے گر بوسۂ لب کرکے عنایت
تم مجھ سے کہو بس میں کہوں تمسے نہیں اور

ہم بھولے ہوے راہ ہیں اے کعبہ نشینو!
جاتے تھے کہیں اور نکل آئے کہیں اور

اب دل ہے مرا مورد صد حسرت و ارماں
ہے اس مری دنیا میں فلک اور زمیں اور

دیتی ہے مزا ناصیہ سائی ترے در پر
اک سجدہ جو کرتا ہوں تو کہتی ہے جبیں اور

ایما ہے کہ لوٹا ہی کریں خاک پہ عشاق
منشا ہے کہ ہموار ہو کوچے کی زمیں اور

دل تھامے ہوے بیٹھے ہیں بالیں پہ وہ میری
اک زور سے چٹکی نگہ ناز یہیں اور

سوجھے مجھے کیا خاک تصور میں کسی کے
آنکھیں ہیں کہیں اور مرا دل ہے کہیں اور

کچھ روز جلیل اپنی رہی گر یہی حالت
ڈھونڈھیں گے فلک اور نکالینگے زمیں اور

روتے ہو تم آتے جاتے میرا مدفن دیکھکر
کیا کہیں گے اپنے دل میں دوست دشمن دیکھکر

توبہ رہ سکتی نہیں ساقی کا جوبن دیکھکر
پھول چننے کی ہوس ہوتی ہے گلشن دیکھکر

آہ کی میں نے جو اُنکا روے روشن دیکھکر
آپ فرماتے ہیں کیا جلتے ہیں دشمن دیکھکر

چشم گریاں پر مجھے آتا ہے رونا اے جنوں
پرزے پرزے آستیں صد چاک دامن دیکھکر

فاتحہ پڑھتے وہ کیا پہروں کھڑے رویا کیے
شمع مدفن بن گئے عاشق کا مدفن دیکھکر

بات کیا تھی جس سے موسیٰ کو غش آیا طور پر
آج ہم سمجھے تمھارا روے روشن دیکھکر

ہو بھلا بجلی کا اک تنکا نہ چھوڑا باغ میں
میں یہ کہتا ہی رہا میرا نشیمن دیکھکر

دل بھر آیا رکھدیے رخسار اُس نے قبر پر
پھول مرجھائے ہوے بالائے مدفن دیکھکر

سیر پھولوں کی کریں کس دل سے ہم غربت نصیب
دوستوں کا غنچہ یاد آتا ہے گلشن دیکھکر

یاں بھی دیوانے تمھارے کچھ نہ کچھ لائینگے رنگ
ہوتی ہیں سرگوشیاں محشر کا دامن دیکھکر

فاتحہ پڑھنے وہ بیٹھے تھے کہ میلا لگ گیا
آئے پروانے لحد پر شمع روشن دیکھکر

صورت مرغ نظر آزاد ہونے سے رہے
ہم ابھی آتے ہیں لے صیاد گلشن دیکھکر

بات ہی ایسی ہے پھر کیونکر نہ اُٹھے روز حشر
بسمل اپنے ہاتھ میں قاتل کا دامن دیکھکر

اب وہی وہ آئینہ خانے میں آتے ہیں نظر
آئینے کھوئے گئے وہ روئے روشن دیکھکر

ہائے سب اہل چمن کانٹا سمجھتے ہیں مجھے
شاخ گل پر چار تنکوں کا نشیمن دیکھکر

قتل گر مجکو کیا ہے اشک باری بھی کرو
لوگ کیا سمجھیں گے خون آلودہ دامن دیکھکر

سیر گل کا نام کیوں لیتے اگر یہ جانتے
دیکھنا ہوگا قفس بھی ہم کو گلشن دیکھکر

ہم تو سمجھے تھے کہ اب مٹجائے گا اُنکا غرور
تن گئے وہ اور آئینے میں جوبن دیکھکر

آج محشر ہو گیا گور غریباں میں بپا
چیخ اُٹھے وہ جو اک ٹوٹا سا مدفن دیکھکر

خنجر خوش آب کے قاتل سبھی مشتاق ہیں
اپنا بیگانہ سمجھ کر دوست دشمن دیکھکر

اُن کی صورت دیکھکر جیتے تھے تم تو اے جلیل
اب کہو کیا دل پہ گذری اُنکا مدفن دیکھکر

دم آخر بھی شوق دید صد حسرت ہے بسمل پر
کہو ایمان لاؤگے نہ اب بھی جذب کامل پر
دوبارہ وہ سر بام تماشا جلوہ گر کیوں ہو
ہمیشہ خون کے دریا میں پیرے یہ مچھلی ہے
تمھارے حسن کے قربان جاؤں اس کو کہتے ہیں
یہ سن بھی اللہ اللہ کچھ عجب تاثیر رکھتا ہے
دھواں اُٹھے اگر زندوں کے دلسے [illegible]
فلک نا اہل ہے دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو
ہوا کی چوٹ سے بھی اپنے شیشے کو بچاتا ہوں

گلے پر تیغ قاتل ہے نظر ہے روئے قاتل پر
لگایا تیر جب تم نے کلیجے پر پڑا دل پر
غرض اتنی ہی تھی آجائے دھبّا ماہ کامل پر
مگر دھبّا نہ آیا دامن شمشیر قاتل پر
وہی ہم ہیں وہی دل ہے مگر قابو نہیں دل پر
شباب آنے سے جوبن پھٹ پڑا ہے ماہ کامل پر
عجب قدرت نظر آئے گھٹا چھا جائے محفل پر
کسی دن اُنگلیاں اُٹھتے نہ دیکھیں ماہ کامل پر
جب آہیں کھینچتا ہوں ہاتھ رکھ لیتا ہوں میں دل پر

گواہی دے رہی ہیں آپ چھینٹیں خونِ ناحق کی — شہادت نامہ لکھا ہے مرا دامانِ قاتل پر

فروغِ حسن جب چھپتا نہیں دھوکا یہ ہوتا ہے — نقابِ رُخ نہیں ابرِ تنک ہے ماہِ کامل پر

ٹھکانا پوچھتے ہیں سب تمھارا مجھ سے آ آ کر — کوئی تصویر دو اپنی لگا دوں میں درِ دل پر

تمھیں کو شمعِ محفل آج کہنا زیب دیتا ہے — کہ اپنے حسن سے چھائے ہوئے ساری محفل پر

فقط تم ہو جسے عشاق کے حلقے سے نفرت ہے — وگرنہ بارہا دیکھا ہے ہالہ ماہِ کامل پر

تمھارے دستِ نازک کے سبھی مشتاق رہتے ہیں — اُچھلتا ہے کلیجہ ہاتھ رکھتے ہو جو تم دل پر

تمنا تھی وہ مجھکو ذبح کرتا اپنے کوچے میں — مزے سے لوٹتا پھرتا زمینِ کوئے قاتل پر

کروں تعریف چہرے کی تو زلف انکی یہ کہتی ہے — تصدق رات کا ہے جو ہے رونق ماہِ کامل پر

تجھے اے رہروِ راہِ عدم کیوں اتنی جلدی ہے — ذرا دم لے ملے گا خاک کیا رکھا ہے منزل پر

رگِ گل سے ملاتے پھرتے ہیں موئے کمر اپنا — وہ ڈورے ڈالنے آئے ہیں گلشن میں عنادل پر

حرم کیا بتکدہ کیا میں اُسے گھر گھر پکار آیا — یہی اب جی میں آتا ہے کہ دستک دوں درِ دل پر

جلیل اس راہ میں موقع نہیں آرام لینے کا — تھکن اپنی مٹا لینا پہنچ جانا جو منزل پر

گل کی طلب میں تنگئی بلبل کی جان پر — کی وہ فغاں کہ پڑ گئے کانٹے زبان پر

سجدہ کیا ہے جب سے ترے آستان پر — دنیا کی آنکھ پڑنے لگی آسمان پر

کھوئے ہوئے جو اس کو ڈھونڈو نہیں کہاں — شاید وہ رہ گئے کسی مے کی دکان پر

چُن چُن کے عاشقوں کو ملاتے ہیں خاک میں — احسان کر رہے ہیں وہ آج آسمان پر

تیغِ ادا کی دھاک نہ مقتل میں پوچھیے — اب تو قضا بھی کھیل کے آتی ہے جان پر

پیرو فقط زمانہ نہیں انکی چال کا — فتنے بھی چل رہے ہیں قدم کے نشان پر

کہتا ہے نازِ حسن یہ اُن سے دمِ خرام — رکھیے قدم زمیں پہ دماغ آسمان پر

کس کو خبر یہ تھی کہ نہ پوچھو گے بات بھی — ہم نے تو دل دیا تھا تمھاری زبان پر

لا ساقیا کہ آج درِ فتنہ بند ہے — چھایا ہوا ہے ابرِ سیہ آسمان پر

تھوڑی سی بیخودی کی ہمیں بھی تلاش ہے — پوچھیں گے چل کے پیرِ مغاں کی دکان پر

زیر لحد چمکتے نہیں میرے داغِ دل
منہ پھیرے ہنس رہی ہے زمین آسمان پر

درد اپنے دل کا بلبلِ نالاں سنائے جا
گُل کان میں لگائے تری آستان پر

اک دن کہا تھا میں نے محبت کا ہو برا
واں جب سے چڑھ گیا ہے یہ فقرہ زبان پر

ہم بھی وہ تھے کہ مِٹ کے ستم کا عوض لیا
اُڑ اُڑ کے اپنی خاک پڑی آسمان پر

اپنے قدِ خمیدہ کو سیدھا نہ کرسکا
رستم کا بھی نہ زور چلا اِس کمان پر

ہم نے پیا تھا بادۂ وحدت ازل کے دن
کچھ کچھ ابھی تک اُسکا مزہ ہے زبان پر

بعد فنا ہے نام بلند اپنا اے جلیل
زیر زمیں بھی جا کے رہے آسمان پر

کیونکر ترا دماغ نہ ہو آسمان پر
تارے ہیں سجدہ ریز قدم کے نشان پر

آہ و فغاں سے بن گئی بلبل کی جان پر
اور گل وہ ہیں کہ جوں کبھی رینگی نہ کان پر

تڑپوں جو لاؤں نام محبت زبان پر
دل میں اگر چھپاؤں تو بنتی ہے جان پر

سینے سے چرخ پیر لگائے ہے چاند کو
کچھ عشق منحصر نہیں بوڑھے جوان پر

رہتی ہے اُٹھ سکے ہاتھوں جو گردش میں آسیا
رہ رہ کے دانت پیستی ہے آسمان پر

اوصاف اپنے حسن کے مجھ سے نہ پوچھئے
جو دل میں ہے وہ آ نہیں سکتا زبان پر

پہونچی ہے زیر عرش بریں خاک عاشقاں
ہو لطف پھٹ پڑے جو زمیں آسمان پر

دو دن کی ہی بہارِ چمن اسپہ ناز کیا
پھولوں کو آ رہی ہے ہنسی باغبان پر

گلہائے داغ دلکو گلے باندھوں آہ کے
سہرا چڑھاؤں پھولوں کا میں اس نشان پر

چشم سیاہ مست کا پلکوں میں ہے وہ رنگ
جیسے ہو بھیڑ شام کو مے کی دکان پر

اُس مہ جبیں کے زیر قدم جب سے آئی ہے
آوازے کس رہی ہے زمین آسمان پر

معلوم ہے سوال نکیرین کا جواب
لیکن یہاں کسے ہے بھروسا زبان پر

لاکھوں تڑپ کے مر گئے تیور وہی رہے
قربان جائیے تری اس آن بان پر

چُن چُن کے پھول توڑے ہیں بلبل کے سامنے
بجلی نہ کوئی ٹوٹ پڑی باغبان پر

دل توڑ کر میں نالے یہ نالے اگر کروں
پھٹ پھٹ کے آسمان گرے آسمان پر

میں سوز دل چھپانے میں کم شمع سے نہیں
کاٹوں زبان آہ جو آئے زبان پر

مضمون تازہ ہو کہ نہ ہو لیکن اے جلیل
ایسا کہو کہ حرف نہ آئے زبان پر

صیاد کو ہے بلبل ناشاد کی تلاش
بلبل ہیں ایک ہم کہ ہو صیاد کی تلاش

آفت میں جان اس دلِ ایذا طلب سے ہے
ہے روز اک نئے ستم ایجاد کی تلاش

کٹتے نہیں پہاڑ سے دن ہجر یار کے
اب تو ہے مجکو تیشۂ فرہاد کی تلاش

تا حشر منہ چھپائے ہوے ہے تو کیا ہوا
خالی نہ جائیگی مری فریاد کی تلاش

آوارگانِ عشق کو تم ڈھونڈھتے ہو کیا
بے فائدہ ہے نکہت برباد کی تلاش

کچھ کم نہیں مرے لئے جور و جفائے دل
میں کیوں کروں کسی ستم ایجاد کی تلاش

جوش جنوں یہی ہے جو مژگاں کی یاد میں
رگ رگ کو ہوگی نشتر فصاد کی تلاش

اب کی نئی طرح کا ہوا ہے جنوں مجھے
زنجیر کی ہے فکر نہ حداد کی تلاش

جس طرح ڈھونڈھتا ہو شکاری شکار کو
اُس کی نظر کو ہے دل ناشاد کی تلاش

کافی ہے میرے واسطے صورتگر خیال
مانی کی جستجو ہے نہ بہزاد کی تلاش

رنج و الم ہو درد ہو داغِ فراق ہو
ہر ایک کو ہے عاشق ناشاد کی تلاش

ہیں امتحان غیر میں کیا کیا رکاوٹیں
خنجر جو مل گیا ہے تو جلاد کی تلاش

قسمت نے دی نجات نہ مجکو تلاش سے
دلبر ملا تو ہے دل ناشاد کی تلاش

لاتے تھے اے جلیل وہ مضمون عرش سے
کچھ پوچھیے نہ حضرت اُستاد کی تلاش

اللہ رے تیری زلف سیہ فام کے خواص
اک مرغ جاں کے حق میں ہیں سو دام کے خواص

بیمار چشم یار کو شاید مفید ہو
پوچھیں کسی طبیب سے بادام کے خواص

اے شوخ عشوہ گر تری چشم سیاہ میں
میں دیکھتا ہوں گردش ایام کے خواص

آیا یہ لب پہ اور گیا درد دل مرا
اکسیر سے ہیں بڑھ کے ترے نام کے خواص

آہ و فغان و نالہ و بیتابی و تپش
نامِ خدا یہ ہیں دلِ ناکام کے خواص

منہ سے مرے لگا دے کہ ہو جائے امتحاں
سُن تو چکا میں پیر مغاں جام کے خواص

حیران ہوں کہ پیرِ مغاں کے لباس میں
آئے کہاں سے جامۂ احرام کے خواص

گزرے مزارِ جم پہ تو آئے ہمیں نظر
لکھے ہوئے بخطِّ جلی جام کے خواص

اوصاف کچھ نہ پوچھیے ہم سے جلیل کے
ہیں اُسمیں ایک رندِ مے آشام کے خواص

دل کو تپشِ ہجر کی ہو تاب کہاں تک
ہم پہلوئے آتش رہے سیماب کہانتک

کچھ اور وہ تڑپا گئے یوں دے کے تسلی
بیتابیٔ دل اے مرے بیتاب کہانتک

لینا ہے اگر دل کو تو آغوش میں آؤ
تم دور رہو اُچھلے دلِ بیتاب کہانتک

اے چرخ شبِ غم کی سحر اب نہ ملے گی
ڈھونڈھے گا لیے مشعلِ مہتاب کہانتک

یاں کوچ کی آتی ہے صدا چار طرف سے
دو ہاتھوں سے ہو ماتمِ احباب کہانتک

ہے تیری جوانی کہ پھٹی پڑتی ہے ظالم
پھر کوئی سنبھالے دِلِ بیتاب کہانتک

یاں ساتھ تڑپنے کے ہے رونے کا مزہ بھی
تڑپے گی بھلا ماہیٔ بے آب کہانتک

باز آؤ تغافل سے جوانی یہ نہ بھولو
ہوتی ہے کوئی دم میں سحر خواب کہانتک

دو دن کی یہ زینت نہیں اے چرخ گوارا
بالائے لحد چادرِ مہتاب کہانتک

کھول اچھی طرح آنکھ ذرا رنگِ چمن دیکھ
اے نرگسِ مخمور شکرِ خواب کہانتک

ملنا ہے قیامت میں تو آ جائے قیامت
بچھڑے رہیں بچھڑے ہوئے احباب کہانتک

غم کھا کے رہو مست اگر زیست ہے منظور
یارانِ قفس بے خور و بے آب کہانتک

بکھری ہوئی زلفیں رُخِ روشن سے ہٹاؤ
بس ہو چکی سیرِ شبِ مہتاب کہانتک

اے ضعف خدا کے لئے کچھ تو ہی مدد کر
تڑپائے گا مجکو دلِ بیتاب کہانتک

چل بیٹھو جلیل اب کسی میخانے میں چھپکر
یہ وعظ سرِ ممبر و محراب کہانتک

تڑپنے پر مرے منہ پھیر کر آنسو بہاتے ہیں
ستانے کی طرح یہ حسن والے کب ستاتے ہیں

وہ جلتے ہیں جو ہم کو دیکھکر ہم بھی جلاتے ہیں
انھیں رخصت ہوئے مدت ہوئی بھولی نہ دل تک

تنفر کا بھی ہے اظہار چاہت بھی جتاتے ہیں
ہمارے دلمیں بیٹھے ہیں کلیجہ کھائے جاتے ہیں

دکھا کر اُن کو تصویر اُن کی سینے سے لگاتے ہیں
گلے ملکر وہ کہنا لو خدا حافظ ہی جاتے ہیں

ملایا ایک تو آنکھوں کے آگے خاک ہیں دلکو
پھر اُس پر یہ ڈھٹائی دیکھئے آنکھیں ملاتے ہیں

کسی نے مجکو جب پوچھا تو ہنسکر آپ یوں بولے
یہ میرے ساتھ رہتے ہیں مرے غمزے اُٹھاتے ہیں

اُنھیں جب سروِ قد ہم نے کہا تو ہنسکے فرمایا
جو یہ سچ ہے تو پھر آنکھوں میں ہم کیونکر سماتے ہیں

وہ کیا جانیں ابھی معشوق بنتا ہے کوئی کیونکر
محبت کا جو سن لیتے ہیں چرچا کانپ جاتے ہیں

دلِ پُر داغ کو یوں مانگتے شرم اُنکو آتی ہے
چمن سے توڑ کر اک پھول لالے کا دکھاتے ہیں

بڑے ہمدرد بنکر آئے ہیں اللہ ری ہمدردی
مرے دم پر بنی ہے آپ بیٹھے مسکراتے ہیں

کسی دن تم نے رکھا تھا حنائی ہاتھ سینے پر
خدا شاہد ہے ٹھنڈک آج تک ہم دل میں پاتے ہیں

ہمارا دل ہے تو ملتا ہے جسکو اپنے تلووں سے
ترا ناوک ہے جسکو ہم کلیجے سے لگاتے ہیں

پڑے جب نیل لب پر میرے بوسونکے تو فرمایا
یہ کیا کرتے ہیں آپ اس لال کو لالہ بناتے ہیں

جگر میں ڈوبنے سے ہے جو خون آلودہ تیر انکا
مرا دل ہاتھ میں لے لیکے پیکاں سے ملاتے ہیں

فضا دل کے چمن کی کھپ گئی ہے انکی آنکھوں میں
نکلتے ہیں وہ جب گھر سے یہیں تشریف لاتے ہیں

پڑے کیا ہو جلیل اُٹھو بڑی قسمت تمھاری ہے
جنھیں تم یاد کرتے تھے ابھی دیکھو وہ آتے ہیں

وہ خالی ہاتھ یاں سے کس لیے جائیں
کلیجہ نکلا آتا ہے لیے جائیں

ہنسے دیتے ہیں قاتل کی ادا پر
کہیں پھر منہ نہ زخموں کے سیے جائیں

کلیجہ پھنک گیا اے ضبطِ گریہ
کہاں تک گرم گرم آنسو پیے جائیں

حسیں ہیں کیسے کیسے نرم و نازک
یہ پھول آنکھوں میں چُنکر رکھ لیے جائیں

یہی انصاف ہے او غیر کے یار
اُسے بوسے ہمیں دھوکے دیے جائیں

نزاکت سے بنے جاتے ہیں وہ پھول
یہ مطلب ہے کہ پلکوں پر لیے جائیں

دمِ رخصت لگا کر تیر تو لے
نشانی کچھ تو اپنی ہم دیے جائیں

مزہ ہے برق و باراں میں اسی کا
پیے بھی جائیں توبہ بھی کیے جائیں

کوئی تو بات ہو دل جس سے بہلے
جو آنا ہو زباں ہم کو دیے جائیں

سمجھتے کچھ نہیں رندوں کو واعظ
مناسب ہے کہ اب سمجھا دیے جائیں

مُبارک گالیاں غیروں کو اُس کی
لبِ جاں بخش سے وہ کوستے ہیں
ہزاروں دلبر اور اک دل کرے کیا
عدم کو جاتے ہیں توشہ نہیں ساتھ

وہی یہ گھونٹ شربت کے پیے جائیں
یہ مطلب ہے کہ مر مر کر جیے جائیں
اسی کمبخت کے ٹکڑے کیے جائیں
اجازت ہو تو دو بوسے لیے جائیں

جلیل اب حضرت دل سے کرو صبر
نہیں ایسے کہ جو بہلا لیے جائیں

خوب آیا ہی ترے وصل کا پہلو دل میں
کیا نزاکت ہے نہ پہلو میں کبھی تو آیا
تو نے صد چاک کیا اسلیے شانے کی طرح
اُن سے بھی حالتِ دل اب نہیں دیکھی جاتی
گھر تو چھوڑا ہی تھا کیوں چھوڑ دیا حق اپنا
سر کے بال آینے کس درجہ بڑھا رکھے ہیں
بہ گئے آنکھوں سے اُسپر بھی ہی اک آگ لگی
خوش ہوں اب میں کہ جُدا ہی نہیں سکتا کوئی
خون ارمانوں کا کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے
الفت زلف میں لاکھوں ہی اُٹھائے جھٹکے
قیس و لیلے کو بہت دست و گریباں دیکھا
سیر اُس دم کوئی دیکھے مری بیتابی کی
کون سبکے ہے ترا چاہنے والا دل سے
ہم نے پہلو میں پری خانہ بنا رکھا ہے

دل کو سینے سے لگائے ہوں کہ ہی تو دل میں
نہ ترے وصل کا آیا کوئی پہلو دل میں
کہ سنور جائیں سما کر ترے گیسو دل میں
یہی باعث ہی کہ رکتے نہیں آنسو دل میں
چٹکیاں لینے بھی آتا نہیں اب تو دل میں
واں کھلے شانے یہاں آ گئے گیسو دل میں
پھونکدیتے مجھے رہجاتے جو آنسو دل میں
بھر دی ان گیسوؤں نے مشک کی خوشبو دل میں
جی نہ بھر آئے گا تنہا جو رہا تو دل میں
فرق آیا مگر اتنک نہ سر مو دل میں
دل سودا زدہ گیسو میں ہی گیسو دل میں
بیٹھے بیٹھے وہ بدلتے ہیں جو زانو دل میں
صاف کھلجائے اگر غور کرے تو دل میں
روز آ رہتے ہیں دو ایک پریرو دل میں

بے وفاؤں کی محبت بھی محبت ہی جلیل
غیر ممکن ہے پشیماں نہ ہو تو دل میں

آئینہ دیکھ کے وہ منھ جو بنا لیتے ہیں
اپنے بگڑے ہوئے تیور کا مزا لیتے ہیں

قدر داں ہم ہیں تمھاری قدر اندازی کی
تیر آتا ہے تو پہلو میں بٹھا لیتے ہیں

شوخیاں یار کی یاد آکے جو تڑپاتی ہیں
دلِ بیتاب کو چھاتی سے لگا لیتے ہیں

مشق چوری کی بڑھاتے ہیں کہ دل بچ نہ سکے
جب مجھے آنکھ دکھاتے ہیں چرا لیتے ہیں

کیوں بُرا مانیں حسینوں کے ستم کرنے کا
ہم بھی پاتے ہیں تو جی بھر کے ستا لیتے ہیں

دیدبازی کا اُنھیں شوق اگر ہوتا ہے
آرسی آئینے سے آنکھ لڑا لیتے ہیں

بیٹھتے ہیں جو سنورنے کو بتِ پردہ نشیں
پہلے آئینے کو حیران بنا لیتے ہیں

اپنی ہمت کے فدا کچھ بھی نہیں جان مگر
اب بھی اتنے ہیں کہ نازِ اُنکے اُٹھا لیتے ہیں

خواب کے آنے کا رہتا ہے جو کھٹکا شبِ وصل
بختِ بیدار کو پہرے پہ بٹھا لیتے ہیں

پائمالی کے لیے جب نہیں ملتا کوئی اور
دو قدم چلکے قیامت کو اُٹھا لیتے ہیں

ایسے نازک بدن انسان تو دیکھے ہی نہیں
جب وہ آتے ہیں تو آنکھوں پہ بٹھا لیتے ہیں

کٹ ہی جاتی ہے کسی طرح شبِ تنہائی
اپنی تقدیر کو پہلو میں سُلا لیتے ہیں

ہائے رے شرم بٹھاتے بھی ہیں عاشق کو تو یوں
منھ سے کہتے نہیں کچھ آنکھ جھکا لیتے ہیں

اشک وہ ہیں کہ مٹا دیتے ہیں غصہ اُن کا
آنچ آتی ہے جو مجھ پر تو بچا لیتے ہیں

بادۂ وصل پلاتے ہیں اُسی کو وہ جلیل
اپنا ہمرنگ جسے پہلے بنا لیتے ہیں

جوڑ پانے کی بابت تھیں وہ ہیں سب اُنکی چتون میں
اثر آئے تو اب آئے کہاں سے میرے شیون میں

چمن میں آشیاں تو باندھنے کو باندھتے سب ہیں
مزہ جب ہے کہ اے بلبل ہوا بندھ جائے گلشن میں

ہزاروں لاکھوں ارماں تھے نہ نکلا جیتے جی کوئی
اب اسکی فکر ہے کیونکر سمائی ہوگی مدفن میں

دلِ مضطر کو وحشت میں کوئی کس ہاتھ سے تھامے
گریباں ہے کہ اُلجھا ہوا اور ایک دامن میں

خطا کیا کی جو میں نے لے لیے رخسار کے بوسے
بگڑتے کیوں ہو کیا گلچیں نہیں ہوتے ہیں گلشن میں

خوشی یار رشک تو جب ہو کہ مجکو ہوش ہو اسکا
مرے پہلو میں وہ بیٹھے ہیں یا آغوشِ دشمن میں

جواں ہوتے ہی اُنکے ٹھنڈی سانسیں سب لگے بھرنے
صبا کا دور دورہ ہی بہار آئی ہے گلشن میں

تمھارے ناتواں پر کیا لحد میں سختیاں ہوتیں
فرشتے آئے لیکن خاک کچھ پایا نہ مدفن میں

جب آیا ہوش تب جانا کہ میرا تیرا قصہ تھا
سنا تھا جو فسانہ لیلی و مجنوں کا بچپن میں

سنا ہے کر لیے اپنے ٹھکانے ہم صفیروں نے
کوئی نازک سی ہم بھی شاخ چھانٹیں چل کے گلشن میں

ہمیں وہ ہیں کہ مر کر بھی نہ چھوٹے بیقراری سے
کبھی ہے لاش مدفن پر کبھی ہے لاش مدفن میں

ابھی سے لگ گئی تھی تری آواز میں بلبل
یہی حالت ہے تو پھولے پھلے گی خاک گلشن میں

سنا تھا حشر میں مردے اٹھینگے ایک سے ستر
یہاں تم نے ہزاروں بھر دیے ایک ایک مدفن میں

گل و بلبل ہنسیں بولیں صبا سے بھی ہو سرگوشی
ہمیں سے سب کھٹکتے ہیں ہمیں ہیں خار گلشن میں

نہ جب ملتے تھے وہ ہم سے نہ اب ملنے کی صورت ہے
جوانی میں ہوئی تم کو حیا تھی جو لڑکپن میں

ہماری لن ترانی کیا ہے بیجا ہم صفیروں سے
ہماری گلفشانی دیکھیے گلشن ہے گلشن میں

ادھر وہ پیار سے مدفن پہ میرے ہاتھ رکھتے ہیں
ادھر میں بار احساں سے دبا جاتا ہوں مدفن میں

گریباں چاک پھولوں کو جو دیکھا ہم نے یہ جانا
ترے وحشی ہوا کھانے بہکل [?] آئے ہیں گلشن میں

نہ انکا رخ نظر آیا نہ اُن کی زلف ہاتھ آئی
شگوفہ چھوڑ کر چلتے ہوئے شیخ و برہمن میں

اداسی بیکسی سب کو یہیں پر چھوڑنا اپنا
لگے ہیں لعل کیا ایسے ہمارے سنگ مدفن میں

صفائی ہاتھ کی جب ہے کہ ہو دو ٹوک اے قاتل
لگی لپٹی نہ رہ جائے کوئی رگ میری گردن میں

خدا آباد رکھے دور قاتل میں ہے امن ایسا
ہزاروں پاؤں پھیلائے ہوئے سوتے ہیں مدفن میں

کوئی جھانکے نہ جھانکے مفت میں رخنے نکلتے ہیں
مری آنکھوں کے ڈھیلے رکھدو دیواروں کے روزن میں

پروتے ہو جو تم زنار میں تسبیح کے دانے
جلیل اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہمن میں

وہ کمسنی کے سبب واقف عتاب نہیں
دم سحر ہے ابھی گرم آفتاب نہیں

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

سوال سنکے وہ چپ ہیں یہ کیوں نہیں کہتے
دہن جو تنگ ہے گنجائش جواب نہیں

سمجھ گئے ہیں کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا
وہ کہتے ہیں کہ مجھے حاجت نقاب نہیں

یہ پاک صاف نہیں ہیں کہ ہیں تو دامن تر
نچوڑیے تو کہیں بوند بھر شراب نہیں

جو حشر اٹھا ہے اٹھے ہم کو کیوں اٹھاتا ہے
کسی حسین کا تو اٹھتا ہوا شباب نہیں

ہر اک آنکھ میں شکل انکی ہے سمائی ہوئی
بہت سے پردے ہیں کچھ ایک ہی نقاب نہیں

نمودِ سبزہ رُخ پر سکوت اُن کو ہوا
یہ خط وہ آیا ہے جسکا کوئی جواب نہیں

گنہ گنہ نہ رہا اِتنی بادہ نوشی کی
اب ایک شغل ہے کچھ لذّتِ شراب نہیں

بہار دیتا ہے چھن چھن کے نور چہرے کا
سرِ نقاب ہے جو کچھ تہِ نقاب نہیں

بتوں سے پردہ اُٹھانے کی بحث ہے بیکار
کھلی دلیل ہے کعبہ بھی بے نقاب نہیں

ہلال ہی کا تماشا ہے بدر سے پہلے
لٹا رہے ہیں وہ حُسن اور ابھی شباب نہیں

ہمارے بوسے کے دھبّے سے رُخ کا کیا بگڑا
یہ ماہتاب تو اب ہے جو آفتاب نہیں

ہجوم چار طرف سے ہے اب لگا ہو مکا
نقاب اُٹھ گئی پھر بھی وہ بے نقاب نہیں

نہ حسن والوں سے خالی کبھی زمانہ ہوا
قمر کا دور رہا شب کو جو آفتاب نہیں

قدم کے ساتھ ہی آنکھیں بھی چلتی جاتی ہیں
وہ چال ہے کونسا فتنہ جو ہمرکاب نہیں

مزہ ہے اس لبِ نوشیں کے جوش لینے کا
شراب چھلکے نہ آئے تو وہ شراب نہیں

یہ کہتی ہیں مرے ساقی کی رس بھری آنکھیں
کہ کوئی جام یہاں خالی از شراب نہیں

مژہ کو لختِ جگر دل کو عشق دے یارب
سبو ہے بادہ نہیں سیخ ہے کباب نہیں

جو نیند آتی ہے کرتی ہیں پُتلیاں فریاد
ارے یہ آنکھ کا پردہ ہے فرشِ خواب نہیں

یہ کہہ رہے ہیں نزاکت بھرے مرے اشعار
کہ ایک حرف اُٹھانے کی ہمکو تاب نہیں

جلاؤ شیخ کو پی پی کے خوب بادہ کشو
شراب کا ہی مزہ کیا اگر کباب نہیں

یہ مست کیا ہوئے پردہ ہی اُٹھ گیا سب کا
جلیل سے کسی معشوق کو حجاب نہیں

جلیل سے بھی ملو دل کے خوش بہت ہو گے
خراب حال تو ہے آدمی خراب نہیں

آج سنتے ہیں وہ اپنا مدعا کہنے کو ہیں
کون جانے دل میں کیا ہے منہ سے کیا کہنے کو ہیں

وہ زبانِ تیغ سے کیا جانے کیا کہنے کو ہیں
ہم لبِ زخمِ جگر سے مرحبا کہنے کو ہیں

خط تو ہم لکھ بھی چکے جا بھی چکا قاصد کے ہاتھ
کچھ زبانی تجھ سے اے بادِ صبا کہنے کو ہیں

لُطف سے خالی نہیں جھگڑے نیاز و ناز کے
جاؤ بیجا کچھ کہیں وہ ہم بجا کہنے کو ہیں

پا کے اُنکو بڑھ گئی ہے اور بھی کچھ آرزو
کل تھے کیا کہنے کو ہم اور آج کیا کہنے کو ہیں

رعب اُن کا اسقدر ہی شوق اپنا اسقدر
کیا سنوں میں انکی اے ہمدم مجھے معلوم ہے
حشر کا دن ہوگا کیا کافی ہمارے واسطے
آچکی ہی جس سے آفت اُٹھ چکا ہی جس سے ہی حشر
آپ کے ہم صحبتوں کو اور تو ہم کیا کہیں
خاک پر ظالم نے کس شوخی سے رکھے ہیں قدم
دلپہ ہی اُن کی نظر اور مجھ سے یہ ارشاد ہی
ہوشیاری پختہ کاری اُنسے کوئی سیکھ جائے
کون روکے کون ٹوکے دیدۂ پر جوش کو
میرا مرنا سُنکے آئے ہیں شکایت کے لیے
جتنے آئے آئے تنہا جو گیا تنہا گیا
وحشی و سودا زدہ دیوانہ، و رسوا خراب
دل جگر میرے اُنھیں کے سب ہیں ترپائے ہوے
سننے والے سے جو ہے حسن سماعت کی اُمید
جانتا ہوں کسلیے زلفیں لگی ہیں کان سے
کچھ تو بولیں مجھ سے آخر تا کجا یہ انتظار
پیچ تیرا بل ترے محبوب جاناں ہو گئے
ظلم تو کرتے ہو لیکن کچھ خبر اس کی بھی ہے
برہمی کا خوف تھا نازک مزاجی سے ہمیں
بد حواسی بے خیالی کے تصدق جایئے
آبلوں نے جو اُٹھائی ہی اذیت دشت میں
اِن بتوں ہی نے کیا ساری خدائی کو تباہ
تم تو سچے قول کے ہو تم ہو پورے بات کے

کہہ نہیں سکتے ہیں پھر بھی مُدعا کہنے کو ہیں
گالیاں دو چار دینگے اور کیا کہنے کو ہیں
ابتدا سے درد دل تا اِنتہا کہنے کو ہیں
آج اُس سے ہم وہی پھر مُدعا کہنے کو ہیں
خود بھلے ہیں یا برے لیکن بُرا کہنے کو ہیں
دیکھیئے گویا کچھ اُسکے نقش پا کہنے کو ہیں
بوجھ تو جاؤ کہ ہم اِسوقت کیا کہنے کو ہیں
ناسمجھ نو عمر وہ نام خُدا کہنے کو ہیں
یہ بھری محفل میں راز دل مرا کہنے کو ہیں
لاش پر غمگیں کھڑے ہیں بیوفا کہنے کو ہیں
کون کسکا آشنا ہے آشنا کہنے کو ہیں
یہ تو سب وہ کہہ چکے اب کچھ سوا کہنے کو ہیں
بیخطا ناوک تمھارے بیخطا کہنے کو ہیں
اپنا اپنا حال سب روز جزا کہنے کو ہیں
کچھ تہمتیں برہم کریں گی اور کیا کہنے کو ہیں
وہ برا ہی کاش کہدیں گر برا کہنے کو ہیں
لے تجھے اے آہ وہ زلفِ رسا کہنے کو ہیں
لوگ کیا کہتے ہیں تم کو اور کیا کہنے کو ہیں
پہلے دے لی ہے دُعا اب مدعا کہنے کو ہیں
گھر سے ہم کیا سوچکر آئے تھے کیا کہنے کو ہیں
سب زبانِ خار سے وہ ماجرا کہنے کو ہیں
برہمن کیا ہم اسے پیش خُدا کہنے کو ہیں
اور کوئی ہے جسے ہم بے وفا کہنے کو ہیں

بس بس اے چشم سخنگو سحر سازی ہو چکی
دیکھ اب کچھ وہ لب معجز نما کہنے کو ہیں

ساری دنیا جانتی ہے جیسے حضرت ہیں جلیل
جان دیتے ہیں بتوں پر با خدا کہنے کو ہیں

دشمنوں پر نگہ لطف و کرم ہے کہ نہیں
تمھیں انصاف سے کہدو یہ ستم ہو کہ نہیں

سر برستے ہیں جو مقتل میں تو کہتا ہو وہ شوخ
کیوں مری تیغ ستم ابر کرم ہو کہ نہیں

خوش خرامی سے انھیں کام خبر کیا اسکی
کسی پامال کا دل زیر قدم ہو کہ نہیں

آکے بالیں یہ مری ہائے کسی کا کہنا
دیکھنا کچھ مرے بیمار میں دم ہو کہ نہیں

ٹکڑے ٹکڑے ہو جگر جن کا وہی جانتے ہیں
ایک ایک اسکی نظر تیغ دو دم ہو کہ نہیں

میں تو سنتا ہوں تمھیں بھی ہو محبت مجھ سے
سچ کہو تم کو مرے سر کی قسم ہے کہ نہیں

اپنے دل سوختہ کو تم نے بھی دیکھا ہو گا
داغ ہی داغ وہ سر تا بقدم ہو کہ نہیں

کیا کہوں کیا مری حالت ہوئی سنکر یہ پیام
کچھ تمھیں میری جدائی کا بھی غم ہو کہ نہیں

کون کہتا ہے کہ عاشق کو وہ کرتے ہیں حلال
دیکھتے ہیں مری تلوار میں دم ہو کہ نہیں

ہم کو تو جان دیے ایک زمانہ گذرا
اب خدا جانے انھیں مشق ستم ہو کہ نہیں

بیکسی کا وہ گلہ سن کے یہ فرماتے ہیں
درد و غم ہے کہ نہیں رنج و الم ہو کہ نہیں

اور تھا کون جو کرتا مری تربت پامال
دیکھیے آپ ہی کا نقش قدم ہو کہ نہیں

رات دن فکر حسینوں ہی کی رہتی ہے جلیل
کچھ تمھیں مرد خدا اور بھی غم ہو کہ نہیں

جان لینے کی ادا جان لیا کرتے ہیں
ہم انھیں دور سے پہچان لیا کرتے ہیں

جھوٹ کیا ہو کہ یہ بت جان لیا کرتے ہیں
جان تو جان ہے ایمان لیا کرتے ہیں

آپ در پردہ کریں ظلم تو حاصل کیا ہے
سب مری شکل سے پہچان لیا کرتے ہیں

بھولے بھالے ہیں وہ ایسے کہ الٰہی توبہ
کچھ نہیں جانتے ہیں جان لیا کرتے ہیں

بے وفا ہو کہ وفادار یہ ان سے پوچھو
تم سے جو وصل کا پیمان لیا کرتے ہیں

تو سلامت ترے انداز پہ مرنے والے
موت کا بھی کہیں احسان لیا کرتے ہیں

ہے بجا آپ کو وہ پھول سے نازک سمجھیں
اُنکو آنکھوں پہ سب انسان لیا کرتے ہیں

برچھیاں دل پہ لگانا اُنھیں جب ہونا ہو
اپنے سینے کو ذرا تان لیا کرتے ہیں

سانس لینے کی بھی طاقت نہیں اُس پر ہی خیال
کروٹیں درد سے ہر آن لیا کرتے ہیں

بانوں جگر مجھے دیتے ہیں جنوں میں کیا کیا
ہاتھ اُٹھا اُٹھ کے گریبان لیا کرتے ہیں

رہ گئے غیر ملا جام شہادت ہم کو
دوست دشمن کو وہ پہچان لیا کرتے ہیں

قتل کرنے کا اُنھیں شوق ہے یہ بات نہیں
ہاں مروت سے کہا مان لیا کرتے ہیں

موت ہے مفت میں بدنام حقیقت یہ ہو
دل جو لیتے ہیں وہی جان لیا کرتے ہیں

پاشکستوں کی رسائی ہو کہاں ایسے نصیب
آڑے ہاتھوں ترے دربان لیا کرتے ہیں

کہتے ہیں کون ہو بدنام ترا دل لے کر
کہیں اوچھے کا بھی احسان لیا کرتے ہیں

ہو نہ ہو یہ بھی اشارہ ہے تری شوخی کا
چٹکیاں دل میں جو ارمان لیا کرتے ہیں

قیس و فرہاد بھی جب دیکھتے ہیں رنگ جلیل
اپنا استاد اُسے مان لیا کرتے ہیں

اُنھیں غرور کہ یکتا ہیں خوش جمالوں میں
مجھے یہ ناز کہ ہوں ناز اُٹھانیوالوں میں

صفائے دل ہے بڑی چیز دے خدا جسکو
ہمیشہ آئنہ رہتا ہے خوش جمالوں میں

اُمید و یاس نے جھگڑے میں ڈال رکھا ہے
نہ جینے والوں میں ہم ہیں نہ مرنے والوں میں

چمن میں گل بھی حنا بھی مگر نصیب کی بات
کوئی تو سر چڑھے کوئی ہو پائمالوں میں

الٰہی آگ لگے گرمی محبت کو
تپک سی ہونے لگی پھر جگر کے چھالوں میں

بہت سے کاش یہاں داغدار دل ہوتے
سنا ہے قدر ہے پھولوں کی خوش جمالوں میں

جنوں کا قول ہے مجھ سے کہ تم رہو آباد
نہیں ہو قیس کے اک نام لینے والوں میں

وہ ہائے مجمع رنداں وہ میکدے کی بہار
وہ مے چھلکتی ہوئی خوشنما پیالوں میں

نقاب رُخ سے اُٹھاتے تو جانتے ہم بھی
کسے خبر ہے کہ ہیں آپ خوش جمالوں میں

ستم ہے اُسنے بھی غربت میں ہم سے منہ موڑا
رہی تھی یاد وطن ایک ساتھ والوں میں

گلوں کا رنگ جفا باغ بھر میں پھیل گیا
بھرا ہوا ہے لہو بلبلوں کا نالوں میں

جو لی ہے تیغ تو اتنا تمھیں خیال رہے
نیاز مند بھی ہے ناز اُٹھانے والوں میں

نسیم شمع لحد کو ذرا بچائے ہوئے
یہی ہے ایک غریبوں کے رونے والوں میں

خدا کی یاد سے عشق بتاں نے روکا ہے
چلے تھے سوئے حرم رہ گئے شوالوں میں

نہیں ہے لطف کہ خلوت میں غیر شامل ہو
اُٹھا دو شمع کہ یہ بھی ہے جلنے والوں میں

لگاؤں ہاتھ جو گل کو تو خار چبھتے ہیں
ہزار کھٹکے ہیں کیوں بیٹھوں خوش جمالوں میں

ہزار شکر کہ ہم نقص میں ہوئے کامل
جلیل رہ گئی بات اپنی ذی کمالوں میں

رکھوں چھپا کے یوں گل داغ جگر کو میں
آئے تو دوں ہوا بھی نہ باد سحر کو میں

یارب بنا دے خوگر آزار تو مجھے
دیتا رہوں دعا بت بیدادگر کو میں

یہ اپنا حوصلہ ہے کہ قاتل کے سامنے
ہو جائے دل نشانہ تو رکھ دوں جگر کو میں

دلمیں سکت نہیں کہ وہ اشکوں کو روک لے
الزام کس قصور پہ دوں چشم تر کو میں

گاہک شگفتہ دل کے ہیں جتنے حسین ہیں
کس کے گلے لگاؤں دل نوحہ گر کو میں

جانا ہی جب تمھیں ہے تو رکنے سے فائدہ
ہاں اسقدر کہ تھام لوں اپنے جگر کو میں

اچھا نہیں کہ ہو رخ محبوب بے نقاب
پردہ اُٹھے تو ڈال دوں اپنی نظر کو میں

پھر کون کہہ سنائے گا قاتل کی داستاں
رکھوں کھلا ہوا لب زخم جگر کو میں

مجکو بھی فکر نالۂ دل کی کہ کیا ہوا
آئی صدا کہ ڈھونڈھ رہا ہوں اثر کو میں

ہے ذرہ ذرہ حشر کا میدان بنا ہوا
ایسا نہ جانتا تھا تری رہگذر کو میں

قاتل کی رہگذر ہے یہاں برگ گل کہاں
چنتا ہوں پارۂ دل لخت جگر کو میں

صبح شب وصال کا دھڑکا فضول ہے
دیکھونگا منہ سحر کا جو ہوں بھی سحر کو میں

کیا بدگمانیاں ہیں کہ جلتا ہوں رشک سے
جسوقت دیکھتا ہوں کسی نوحہ گر کو میں

جب تک بغل میں ہے دل ایذا رساں جلیل
کیوں جاؤں ڈھونڈھنے کسی بیدادگر کو میں

جگر تھامے ہوئے بیٹھے ہیں جتنے سننے والے ہیں
مرے درد و نالے بھی بڑے بے درد نالے ہیں

نزاکت کی جو لیتے ہیں ہمارے دیکھے بھالے ہیں
وہ ایسے ہیں کہ لاکھوں عہد و پیماں توڑ ڈالے ہیں

یہاں ہر شب فلک ہے اور اپنے دل کے نالے ہیں
ہزاروں تیر ہم نے ایک ترکش سے نکالے ہیں

خدا کے سامنے کہہ دیں یہ بت سب دیکھے بھالے ہیں
تمہارے منہ لگے تو یہ کہیں چپ بیٹھنے والے ہیں

جو للہ ابر کے اُٹھے ہیں کیسے کالے کالے ہیں
سُرور آ آ گئے ہونگے اُنھیں جو پینے والے ہیں

چلا ہے اِس تزک سے تیرا دیوانہ بیابان کو
کہ وہ ہنے بائیں فوج اشک آ گے آگے نالے ہیں

تمہارا وعدہ سچا - قول سچا - اور تم سچے
مگر اِس سے وہ کیا خوش ہو جسے جینے کے لالے ہیں

ٹپکتی جاتی ہیں بوندیں لہو کی چشم مجنوں سے
کہیں چھالوں میں کانٹے ہیں کہیں کانٹوں میں چھالے ہیں

جسے مارا تری تیغ نگاہ ناز نے مارا
خدا لگتی کہیں گے ہم بھی اک دن مرنے والے ہیں

بتوں میں بھی ہزاروں چاند کے ٹکڑے نظر آئے
خدا نے نور کے سانچے میں کیا کیا بُت ڈھالے ہیں

کوئی کیا جانے کیا چنتی ہے لیلیٰ اپنی پلکوں سے
یہ وہ کانٹے ہیں جو مجنوں کے تلوؤں سے نکالے ہیں

ازل سے باغ میں جھنڈے گڑے ہیں باغبان اپنے
یہ جتنے سرو موزوں ہیں مرے برجستہ نالے ہیں

جنوں کے دن چلے کانٹے بھی پھوٹے پھوڑے لیں وہ لگے
غنیمت ہیں جو تلوؤں میں مرے دو چار چھالے ہیں

جھجکتے آج کیوں ہو کیا کوئی بیگانہ بیٹھا ہے
وہی ارمان ہیں دل میں جو کل تم نے نکالے ہیں

نہ تیر اس توڑ کے دیکھے نہ تیر انداز اس ڈھب کا
زمیں پر ہے دل نالاں فلک کے پار نالے ہیں

محبت نے بت بیدرد سے یہ کہلوا چھوڑا
کہ وہ جیتے رہیں یارب جو ہم پر مرنے والے ہیں

مزے کی چیز کیا ہے اے جنوں تو فیصلہ کر دے
کھٹک کہتی ہے کانٹے ہیں تپک کہتی ہے چھالے ہیں

تصدق اُس کی قدرت کے کہ جس نے مہرباں ہو کر
تمہارے وصل کے ارماں مرے دل سے نکالے ہیں

تماشا دیکھیے ان میں زمانہ کی دو رنگی کا
جو گوری گوری صورت کالی کالی زلفوں والے ہیں

الجھی ہیں خاک پر سب دھجیاں جیب و گریباں کی
جنوں تیرے لیے ہم نے نئے رستے نکالے ہیں

جلیلؔ ایسے بھی دو ہی چار نکلینگے زمانے میں
بتوں کو گھورتے ہیں اور پھر اللہ والے ہیں

وہ اپنے مرتوں کا منہ سے جبدم نام لیتے ہیں
یہ دیکھا ہے کہ ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیتے ہیں

ہمیں کیا حسن والوں سے اگر آباد ہے دنیا
تمہارے نام لیوا ہیں تمہارا نام لیتے ہیں

ارادہ دور کا ٹھہرا تو پھر تربت میں سونا کیا
تھکے ماندے مسافر ہیں ذرا آرام لیتے ہیں

جہاں لاکھوں کرشمے ہیں وہاں اک شان یہ بھی ہے
ادا سے کام لیتے ہیں قضا کا نام لیتے ہیں

تڑپ دی کی فغاں دی کی تم انھیں کے ہی اشارے سے
کبھی کچھ کام لیتے ہیں کبھی کچھ کام لیتے ہیں

فلک کے سر کبھی الزام تھا خونِ شہیداں کا
تمھاری جان سے دور اب تمھارا نام لیتے ہیں

سمجھ کر شاخِ گل بلبل ہوا سے لوٹ پڑتی ہے
وہ جسدم دستِ نازک میں گلابی جام لیتے ہیں

جنابِ دل محبت کا گلہ کرتے ہیں آنکھوں سے
بڑے حضرت ہیں اپنے سر یہ کب الزام لیتے ہیں

جلیل اب تو نکلنا وادیِ وحشت سے مشکل ہے
جہاں اُٹھ کر چلے ہم خار دامن تھام لیتے ہیں

پہلے ایسے تو کھٹکتے نہ تھے ارماں دل میں
رہ گیا ہو نہ کوئی لوٹ کے پیکاں دل میں

خون کا نام نہیں اب تو مری جاں دل میں
شک اگر ہو تو چبھو دیکھیے پیکاں دل میں

خوبرو ناز و ادا سے ہیں خراماں دل میں
میں سمجھتا ہوں کہ چلتی ہیں چھریاں دل میں

کیوں میں چاہوں کہ بتوں کا رہے حرماں دل میں
اُس پہ قانع ہوں جو تھوڑا سا ہے ارماں دل میں

یار در خانہ و ما گرد جہاں میگردیم
جان ہے گرم تلاش اور ہے جاناں دل میں

اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھا ہوگا
رہ گیا لوٹ کے قاتل سے جو پیکاں دل میں

دل کے جانے کا مجھے رنج نہیں سوچ نہیں
اِسکو روتا ہوں کہ تھا زیست کا ساماں دل میں

درہم داغ یہ ہے لالۂ گلشن نازاں
ایسے سکے ہیں ہزاروں مرے ویراں دل میں

دے گیا داغ جدائی کا ہر اک گل اُسکو
آج بلبل لیے پھرتی ہے گلستاں دل میں

جی بہلنے کو وہ اے پردہ نشیں کافی ہے
تیری تصویرِ خیالی ہے جو پنہاں دل میں

تھیں آکر جو نکالو تو نکل سکتے ہیں
چھاؤنی چھائے ہوئے ہیں غم و حرماں دل میں

داغ کیا درد و الم کیا سبھی چھپ جاتے ہیں
رازِ اُلفت ہی جو ہوتا نہیں پنہاں دل میں

کوہ میں کبک دری صحنِ چمن میں طاؤس
اور وہ سرو خراماں ہے خراماں دل میں

اور تو کوئی مکاں یار کے رہنے کا نہیں
کبھی ہوتا ہے تو ہوتا ہے وہ مہماں دل میں

بے ٹھکانے نہ ہوئی بات کوئی قاتل کی
تیر چٹکی سے چلا اور تھا پیکاں دل میں

وہ جو چٹکی سے چھڑکتے ہیں نمک زخموں پر
جی میں آتا ہے کہ رکھلوں میں نمکداں دل میں

جا بجا یار نے جاسوس لگا رکھے ہیں
اشک آنکھوں میں جگر میں تپش ارماں دل میں

بھولی صورت پہ تمھاری مرا دل آیا تھا
کیا خبر تھی کہ بھرے بیٹھے ہو چھریاں دل میں

جی میں ہے شیخ کو اُس بت کی دکھادوں صورت
مان جائے گا اگر کچھ بھی ہے ایماں دل میں

ایسے دیکھے نہ سنے خون کے پیاسے نشتر
پھر نکلتی نہیں چبھکر ترے مژگاں دل میں

دور قاتل ہے دو رنگی کا مٹانے والا
دل کا ہمرنگ ہوا ڈوب کے پیکاں دل میں

میں یہ کہتا نہیں محفل میں بٹھاؤ مجھکو
ہاں جگہ چاہیے تھوڑی سی مری جاں دل میں

دل انساں میں عجب جلوہ نظر آتا ہے
آنکھیں کھلجائیں کرے غور جو انساں دل میں

روز بگڑے ہوئے تیور نہیں دیکھے جاتے
منہ سے کہڈالیے جو کچھ ہو مری جاں دل میں

لوگ کہتے ہیں محبت سے غزل سن کے جلیل
یہ سخن وہ ہے کہ رکھینگے سخنداں دل میں

جو دل کو کھو چکے ہیں وہ دل کو ڈھونڈتے ہیں
ہم دل سے تنگ ہو کر قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

کیا دھن ہے جستجو کی یہ بھی خبر نہیں ہے
دلبر کو ڈھونڈتے ہیں یا دل کو ڈھونڈتے ہیں

راہ طلب میں ایسا خود رفتہ کون ہوگا
منزل پہ ہم پہونچکر منزل کو ڈھونڈتے ہیں

کاٹے نہیں جو کٹتے فرقت میں دن ہمارے
خنجر کی جستجو ہے قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

جو زخم دیکھے ہیں جی لینے کو ہے کافی
اب کسلیئے وہ اپنے بسمل کو ڈھونڈتے ہیں

تم نے جو اپنے رخ سے پردہ اٹھا دیا ہے
تارے فلک پہ ماہ کامل کو ڈھونڈتے ہیں

اللہ رے عشق لیلیٰ مجنوں کے بن میں اب تک
اُٹھتے ہیں جو بگولے محمل کو ڈھونڈتے ہیں

الجھے ہوئے وہ گیسو ہیں کسقدر پریشاں
جب سے یہ سن لیا ہے ہم دل کو ڈھونڈتے ہیں

بے تیر بے کماں کے جو دل شکار کر لے
ہمتو جلیل ایسے قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

نہ پوچھو کون ہیں کیوں نالہ و فریاد کرتے ہیں
بتوں کے ہم ستائے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں

زہے قسمت کہ جب تازہ ستم ایجاد کرتے ہیں
وہ میرا حق سمجھتے ہیں وہ مجکو یاد کرتے ہیں

بجا ارشاد ہوتا ہے کہ تم کو یاد کرتے ہیں
یہ کیوں کہتے نہیں بیٹھے ستم ایجاد کرتے ہیں

کسی کے غمزۂ بیجا اُٹھانا کب گوارا ہے — فقط خاطر تری ہم اے دلِ ناشاد کرتے ہیں
سپند اُس نے بنا رکھا ہے اپنے نفتہ جانوں کو — تڑپتے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی فریاد کرتے ہیں
مسیحائی نہ دیکھی ہوگی تو نے تیغ قاتل کی — ٹھہر جا ہم دوا تری دلِ ناشاد کرتے ہیں
نئے معشوق جس دن سے کبھی فرصت نہیں ہوتی — ستم پر وہ ستم بیداد پر بیداد کرتے ہیں
اسیری کی ہوا کیا رہنے دیگی باغ میں ہم کو — کئی دن سے تلاشِ خانۂ صیاد کرتے ہیں
نہ ہوتے چاہنے والے نہ ایسی سوجھتی اُن کو — ستم کش مل گئے ہیں وہ ستم ایجاد کرتے ہیں
کسے صدمہ نہیں رنگِ چمن کی بے ثباتی کا — چٹکتے ہیں جو غنچے اصل میں فریاد کرتے ہیں
بتوں کا دیکھکر برتاؤ یہ کہنا ہی پڑتا ہے — وہ اچھے ہیں کہ جو بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہیں
کرینگے حشر میں فریاد کس وقت آپ کے کشتے — ابھی تک تو وہ شکرِ لذتِ بیداد کرتے ہیں
اسیروں کی فغاں سے تو نہ اے صیاد برہم ہو — فغاں کرتے نہیں تجھ سے تری فریاد کرتے ہیں
خیال آتا ہے دل میں اسطرح لطف جوانی کا — سبق بھولا ہوا جسطرح لڑکے یاد کرتے ہیں
بتانِ سنگدل نے آسیا کی چال اُڑائی ہے — کہ مجکو پیستے ہیں اور خود فریاد کرتے ہیں

جلیل اب تک تمھیں بھولے نہیں یارانِ میخانہ
گھٹا جب دیکھتے ہیں تم کو گھڑیوں یاد کرتے ہیں

ہے کسی کا روئے رنگیں عکس افگن پھول میں — پھول گلشن میں کھلا ہے اور گلشن پھول میں
تو ہی تو آیا نظر اے رشکِ گلشن پھول میں — تیری رنگت تیری خوشبو تیرا جوبن پھول میں
رشک آتا ہے جو کھنچتی ہے چمن میں بوئے گل — میں وہ بلبل ہوں کہ ہے میرا نشیمن پھول میں
ساغرِ مے دے رہا ہے دستِ ساقی میں بہار — عکس چہرے کا ہے یا پھولا ہے گلشن پھول میں
رنگ پر آتا ہے دل اُڑجاتے ہیں بو سے ہوس — بلبلوں کے لوٹنے کو دو ہیں ہرن پھول میں
آج کوئی پھول گلشن میں نظر آتا نہیں — ہائے وہ دن جب نظر آتا تھا گلشن پھول میں
تو جو گلشن میں رہا اُسکا یہ ادنیٰ فیض ہے — بس گئی خوشبو تری اے رشکِ گلشن پھول میں
کیا معطر ہے پسینہ اُس گلِ رخسار کا — عطر ایسا کھینچ نہیں سکتا کوئی من پھول میں
باغ میں جبتک رہے چنتے رہے دامن میں پھول — میکدہ میں آکے ہم رنگتے ہیں دامن پھول میں

زندگی اُسکی ہی جسکو موت ہو ایسی نصیب
کون کہتا ہے چمن رنگ جنوں سے پاک ہی
جب سے چمکی ہے چمن میں آپکی برق جمال
قہر ہے رخسار نازک سے لپٹنا زلف کا
دل جلانے کا عوض لیتے ہیں یوں اے باغباں
چھپ نہیں سکتے چمن میں تم نگاہ شوق سے
باغ میں جب آ گئے ہیں لیکے وہ تیر و کماں

جان بلبل کی تڑپی ہو وقت مُرن پھول میں
پُرزے پُرزے ہیں سبھی جتنے ہیں اُن پھول میں
دیکھتا ہوں جلوۂ وادیٔ امین پھول میں
دیکھو دیکھو گھر کیے لیتی ہی ناگن پھول میں
آگ بلبل نے لگا دی کر کے شیون پھول میں
مل نہیں سکتا تمھارا روے روشن پھول میں
چھید کر بلبل کا دل ڈالے ہیں روزن پھول میں

رنگ وحدت باغ میں چھایا ہوا ہی اے جلیل
سونگھتے ہیں ایک سی بو دوست دشمن پھول میں

ہزاروں جان دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں
یہاں دم پر بنی ہے جان سے بیزار بیٹھے ہیں
یہ میخانہ ہے جو دم بھر کو بھی سُونا نہیں ہوتا
دکھا کر وہ بہار حُسن کب کے چل دیے لیکن
ہمیں تو اُسکے کوچہ میں کسی صورت بسر کرنا
خدا ہی ہے جو نکلے آج بھی حسرت شہادت کی
اُٹھاتے کیوں نہیں دربان یہ ہمنے کہا اُنسے
ہماری جان دینے کی اُنھیں پھر قدر کیا ہوگی
ہجوم عاشقاں انکی گلی میں لطف دیتا ہے
وہ یہ سنکر کہ ساری خلق مشتاق شہادت ہے
دیا یہ حکم اُسنے گھر سے جب خنجر بکف نکلا
نہیں معلوم کیوں برہم ہے کیوں چڑھ گئی تیوری
عجب کیا ہے کسی دن آ کھڑے ہوں آپ کو ٹھے پر
نرالا دور ہے یہ آپ کا دَور مسیحائی

مگر وہ ہیں کہ زانو پر دھرے تلوار بیٹھے ہیں
وہ کہتے ہیں ابھی سے آپ ہمت ہار بیٹھے ہیں
ادھر دو چار بیٹھے ہیں اُدھر دو چار بیٹھے ہیں
یہاں بیٹھے تھے اُنکے طالب دیدار بیٹھے ہیں
کھڑے ہیں یار ڈرے ہیں پائیں دیوار بیٹھے ہیں
کہ وہ کچھ سوچ میں ٹیکے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
تھکے ماندے ہیں زیر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں
یہ کیوں کہیے کہ اپنی جان سے بیزار بیٹھے ہیں
کہ سو در پر کھڑے ہیں سو پس دیوار بیٹھے ہیں
کمر کھولے ہوے رکھے ہوے تلوار بیٹھے ہیں
وہ سب آ جائیں در پر جو پس دیوار بیٹھے ہیں
کھنچے بیٹھے ہیں وہ کھینچے ہوے تلوار بیٹھے ہیں
اسی امید میں لاکھوں پس دیوار بیٹھے ہیں
ہزاروں ہیں کہ اپنی جان سے بیزار بیٹھے ہیں

نگاہیں لڑ رہی ہیں بہ رہا ہے کشتۂ خوں ہر سو
وہ اپنے چین سے باندھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

ادھر سے آئینہ آگے کر رہے ہیں عکس کا شکوہ
یہ کون آئے جو بنکر طالب دیدار بیٹھے ہیں

بہت خوش ہیں ادا ایجاد کر کے جان لینے کی
وہ کیا جانیں کہ ہم خود جان سے بیزار بیٹھے ہیں

کروں اسوقت قسمت آزمائی چھیڑ کر اُن کو
کہ دست نازنیں میں وہ لیتے تلوار بیٹھے ہیں

گلے لپٹا تھا شاید کوئی آکر خواب میں اُنکے
اب اُٹھے ہیں تو وہ اک ایک سے بیزار بیٹھے ہیں

ابھی شاید کوئی ارمان اُنکے دلمیں باقی ہے
جو میری لاش پر کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

جلیل اب کیا کہوں تم سے اُداسی بزم ہستی کی
ہزاروں تھے جہاں بیٹھے وہاں دو چار بیٹھے ہیں

دھڑکا سحر کا ہے جو شب وصل یار میں
غم ہے مری خوشی میں خزاں ہے بہار میں

ساقی پلادے بھول نہ رکھ انتظار میں
کیا شاخ ہے لگی ہوئی فصل بہار میں

خط ہے حجاب جلوۂ رخسار کے لیے
وہ شہسوار حسن چھپا ہے غبار میں

صیاد اور کچھ نہ ہوا اتنا تو ہو لحاظ
بلبل مرے تو پھول ہوں فصل بہار میں

کہتے ہیں وصل کا تو نہیں مجکو اختیار
ہاں وعدہ وصل کا ہے مرے اختیار میں

اٹکھیلیاں نسیم و صبا کی نہ پوچھیے
یہ حال ہے کہ اُڑتی ہے فصل بہار میں

آخر مرے گھر آہی گیا وہ بُت حسین
کچھ شک نہیں ہے قدرت پروردگار میں

بلبل تری خوشی میں شگوفے بھی ہیں شریک
پھولے نہیں سماتے ہیں فصل بہار میں

یوں ہی تھے شوخ اور بھی بیچین ہو گئے
رہ رہ کے آپ میرے دل بیقرار میں

جوبن جو ہے چمن یہ وہی میکدہ یہ ہے
گل اپنے رنگ میں ہیں مل اپنی بہار میں

محمل سوار مجکو بگولے کا ہے گمان
لپٹا ہوا نہ قیس کہیں ہو غبار میں

بے پر جو ہیں خزاں میں عنادل تو غم نہیں
کلیاں نکل ہی آئیں گی فصل بہار میں

آسان نہیں کہ شاہد مقصد ہو ہم کنار
عمریں گذر گئی ہیں اسی انتظار میں

نام و نشاں بتائیں قفس والو کیا تمھیں
ہم وہ ہیں جو اسیر ہوئے ہیں بہار میں

اچھا یہ عیب چمن کے نکالا ہے آپ نے
پھولوں کی بو نہیں ہے دل داغدار میں

پھولوں کے چاک چاک گریباں دیکھیے
وحشی نکل پڑے ہیں کہاں سے بہار میں

قسمت پہ اُن گلوں کی نہ کیوں دل کو رشک ہو
ہوتی ہے جن کی رات بسر زلف یار میں

ہے رنگ عارضی چمن روزگار کا
بو دے رہے ہیں پھول خزاں کی بہار میں

یہ دوپہر کا وقت ہے آرام کیجیے
کیوں جائیں آپ دھوپ میں گرد و غبار میں

گلشن سے اُٹھ گئی وہ گرانباری خزاں
ایک ایک خار پھول ہے فصل بہار میں

کیا آہ عندلیب کی آندھی چلی ہے آج
سب پھول ہیں اُڑے ہوئے گرد و غبار میں

کچھ اور ہی ہے شان تمھارے شباب کی
گلشن کی سیر ہمنے بھی کی ہے بہار میں

کہدے یہ میرے وعدہ فراموش سے کوئی
آنکھیں لگی ہیں در سے ترے انتظار میں

دل حق شناس ہو کے فدائے بتاں رہے
کیا دخل ہے مشیتِ پروردگار میں

شامل جو عکس ہے گل رخسار کا ترے
کچھ اور ہی بہار ہے پھولوں کے ہار میں

اُس پھول کا ہوں بلبل شیدا میں اے جلیل
جو انتخاب ہے چمن روزگار میں

بنے ہیں جب سے وہ لیلےٰ اسی محمل میں رہتے ہیں
جسے کرتے ہیں دیوانہ اُسی کے دل میں رہتے ہیں

بتان ماہ پیکر عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں
جفا پیشہ تو ہیں لیکن وفا منزل میں رہتے ہیں

وہ عالم آشنا ہیں اور عالم سے نرالے ہیں
کہ گھر بیٹھے ہوئے سارے جہاں کے دل میں رہتے ہیں

کسی دن کیا عجب جام شہادت ہاتھ آجائے
اسی اُمید پر ہم کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

تصور میں جو شکلیں پھر رہی ہیں کوئی کیا جانے
ہمارے چاند سورج اور ہی منزل میں رہتے ہیں

کسی کا مدعا نکلے کسی کا حوصلہ نکلے
مرے ارمان کیا شے ہیں جو دل کے دل میں رہتے ہیں

چراغ و شمع پر کیا منحصر ہے رات بھر جلنا
بہت سے جلنے والے آپ کی محفل میں رہتے ہیں

سوال وصل پر کس لطف سے ارشاد ہوتا ہے
سوال وصل کیسا جب تمھارے دل میں رہتے ہیں

کہاں جائیں یہاں سے اُٹھ کے ہنگامے قیامت کے
ہمارے ساتھ وہ بھی کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

وہ رہنے کے لیے ناصح کوئی گھر اور کیوں ڈھونڈیں
ہمارے دل کے مالک ہیں ہمارے دل میں رہتے ہیں

عدو کو کیا خبر اسکی محبت میں مزہ کیا ہے
یہ اُس کے دل سے پوچھیں آپ جسکے دل میں رہتے ہیں

کسی کا بھی چراغ اُنکے مقابل جل نہیں سکتا
ہمیشہ شمع محفل بنکے وہ محفل میں رہتے ہیں

وہ اپنے حسن پر خود ہوکے شیدا کہہ اُٹھے مجھ سے
تمہارے دل کے ارمان اب ہمارے دلمیں رہتے ہیں

قدم رکھا جو راہ عشق میں ہمنے تو یہ دیکھا
جہاں میں جتنے رہزن ہیں اسی منزل میں رہتے ہیں

تری چاہت پہ شیدائی ترا یوں ناز کرتا ہے
جو بسکے دل میں رہتا ہے ہم اُسکے دلمیں رہتے ہیں

خدا جانے جلاتا ہے مجھے یا پھونکتا دل کا
وہ اکثر جلوہ فرما غیر کی محفل میں رہتے ہیں

تصور میں نگاہ شوق میں پہلوے عاشق میں
کہیں بھی وہ رہیں لیکن تلاش دل میں رہتے ہیں

ہمارے خون کا الزام بھی الزام ہے کوئی
ہزاروں ایسے دھبے دامن قاتل میں رہتے ہیں

ہجوم آرزو سے دل کوئی خالی نہیں رہتا
جو ہیں خلوت نشیں وہ بھی بھری محفل میں رہتے ہیں

کسی کو دل کے تڑپانا کسی کو کھینچ کے ترسانا
یہی دو ایک جوہر خنجر قاتل میں رہتے ہیں

شب مہتاب ہو خلوتکدہ ہو یار ہو ہم ہوں
جلیل ارمان یہ وہ ہیں جو بسکے دلمیں رہتے ہیں

او دغا باز فسونگر تجھے ہم جانتے ہیں
لے گیا دل کو اُڑا کر تجھے ہم جانتے ہیں

تو ہمیں غم سے گیا بھر تجھے ہم جانتے ہیں
کر گیا تو ہمیں مضطر تجھے ہم جانتے ہیں

شان میں آن میں رعنائی و زیبائی میں
سارے معشوقوں سے بڑھکر تجھے ہم جانتے ہیں

ایک ہی شوخ ہے عیار ہے سنگیں دل ہے
کوئی کیا جانے ستمگر تجھے ہم جانتے ہیں

اور کیا وصف ترا اے مژہ یار کریں
رگ جاں کے لئے نشتر تجھے ہم جانتے ہیں

جانتے ہیں تجھے ہم روز ازل سے لیکن
یہ نہیں جانتے کیونکر تجھے ہم جانتے ہیں

اور اوصاف سے اخلاق سے آگاہ نہیں
صرف اے یار ستمگر تجھے ہم جانتے ہیں

ہاں خدا کے لیے رکنا نہ کہیں اشک رواں
کوچہ یار کا رہبر تجھے ہم جانتے ہیں

تو کہے مجھ سے بگڑ کر تجھے ہم کیا جانیں
میں کہوں تجھ سے لپٹکر تجھے ہم جانتے ہیں

تو وہی ہے کہ نظر کرکے چرالیں آنکھیں
چلدیا مار کے خنجر تجھے ہم جانتے ہیں

تیرے آگے کسی عصیاں کی حقیقت کیا ہے
کرم داور محشر تجھے ہم جانتے ہیں

تو ہے سیدھی نگہ یار تو سب سیدھے ہیں
اپنا بخت اپنا مقدر تجھے ہم جانتے ہیں

پہلے مانوس نہ تھے تجھ سے خیال جاناں
جان کے اب تو برابر تجھے ہم جانتے ہیں

شاہ آصف کی ہے تجھ پر نظر لطف جلیل
آج قسمت کا سکندر تجھے ہم جانتے ہیں

ادھر صیاد کا کھٹکا ادھر فکر خزاں مجکو
ملے گلشن میں رہنے کو نئے دو آشیاں مجکو

کنکھیوں سے نہ یوں رہ رہ کے دیکھو جان جاں مجکو
کہ تم کو تاکتا ہے بھانپتا ہے آسماں مجکو

بنایا ہے سکھا کر غم نے کانٹے کی زباں مجکو
کہاں فریاد کی طاقت کہاں تاب فغاں مجکو

میں وہ مظلوم ہوں مانے ہوئے ہے آسماں مجکو
وہیں گردن جھکالی خوف سے دیکھا جہاں مجکو

تمنا ہی رہی کوچے میں سکے بیٹھے رہنے کی
زمیں تھوڑی سی دے بہر خدا اے آسماں مجکو

سمجھتا یہ تو پہلے ہی ادا پر جان دیدیتا
خبر کیا تھی کہ تم رکھوگے برسوں نیمجاں مجکو

ستم ہے ہمصفیر و غنچۂ خاطر کا مرجھانا
چمن سارا نظر آتا ہے پامال خزاں مجکو

سمجھ بھی آگئی لیکن وہی بے التفاتی ہے
اب آگے تم سے کیا امید ہو اے مہرباں مجکو

جب اس کمسن حسین کو دیکھتا ہوں دل میں کہتا ہوں
جوانی گر ملی تھی بخت بھی ملتا جواں مجکو

چلا جاتا نہیں لیکن بھلا ہو جوش گریہ کا
لیے جاتے ہیں اپنے ساتھ اشک رواں مجکو

کمال حسن سمجھوں یا کمال اپنی نگاہوں کا
کہ بچپن میں نظر آتے ہو تم پورے جواں مجکو

اشارہ ہے یہ اپنے زخم دل کا تیغ قاتل سے
دہن دیتا ہوں میں تجکو اگر دے تو زباں مجکو

ہوئی منت جواں پوری بنایا مجکو دیوانہ
بڑھائے طوق جب اپنے پہنائیں بیڑیاں مجکو

الٰہی خیر حق گوئی مری اب بڑھتی جاتی ہے
چڑھائے اب نہ سولی پر کہیں میری زباں مجکو

لگاتی ہے دو طرفہ آگ لگا لے دل محبت کی
اسی کافر نے تڑپایا وہاں انکو یہاں مجکو

کدھر ڈھونڈھوں میں راہ عافیت بچکر کدھر جاؤں
بلا میں چار سو گھیرے کھڑا ہے آسماں مجکو

کھلائے میں نے گلہائے معانی کے چمن کیا کیا
جلیل اب تو کہوگے شاعر رنگیں بیاں مجکو

انگڑائیاں وہ لیتے ہیں کس کس ادا کے ساتھ
اچھا سلوک کرتے ہیں شرم و حیا کے ساتھ

تو نے کیا ہی کونسا احسان قضا کے ساتھ
رہتی ہے جو لگی ہوئی تیری ادا کے ساتھ

کی مجھ سے بیرخی نگہ جانفزا کے ساتھ
لی اُسنے جان زہر پلا کر دوا کے ساتھ

کوئی نیا شکار ہے شاید نظر میں آج
آئینہ دیکھتے ہیں وہ کس کس ادا کے ساتھ

لیتے ہیں اپنے عکس سے تعلیم دلبری
آئینہ دیکھتے ہیں وہ کس کس ادا کے ساتھ

تیغ رواں کی چال تو اپنی نظر میں ہے
چلنا یہ کس سے آپنے سیکھا ادا کے ساتھ

پھرتے ہیں آہ کرتے ہوے تیرے اشکبار
اُڑتے ہوں جیسے ابر کے ٹکڑے ہوا کے ساتھ

رنگ حنا میں ایسی تڑپ ہوتی ہی کہاں
پیسا ہے تم نے دل بھی کسی کا حنا کے ساتھ

غمزے ہزار ہا ہیں وہاں ایک دو نہیں
کچھ شوخیوں کے ساتھ ہیں کچھ ہیں حیا کے ساتھ

شوخی نے کردیا ہے بہت اُن کو بیحجاب
اب وہ فقط نباہ رہے ہیں حیا کے ساتھ

سایہ غریب خاک پہ لوٹے نہ کیا کرے
کس نے کہا تھا آپ کو چلیے ادا کے ساتھ

زینت کے وقت کہتی ہیں اُن سے یہ شوخیاں
مہندی ملیں جو آپ تو خونِ ادا کے ساتھ

لیتا ہے چپکے چپکے کلیجے میں چٹکیاں
پتلا ہے شوخیوں کا وہ شرم و حیا کے ساتھ

تنہا وہ آئیں جائیں یہ ہی شان کے خلاف
آنا حیا کے ساتھ ہے جانا وفا کے ساتھ

اک آہ کھینچنا تھا کہ سُنکر اُلجھ پڑے
کیا جانتا تھا میں کہ لڑینگے ہوا کے ساتھ

تلوار تیر سب کی کمانیں اُتر گئیں
تیوری جہاں کسی نے چڑھائی ادا کے ساتھ

یاد خدا سے جان چرالو ابھی جلیل
آخر کبھی تو کام پڑیگا خدا کے ساتھ

آنچل وہ مُنھ پہ ڈال کے چلنا ادا کے ساتھ
سائے کو دیکھ کر وہ جھجکنا حیا کے ساتھ

آئے یہاں میں صلِّ علیٰ اس ادا کے ساتھ
سایہ بھی چل سکا نہ حبیب خدا کے ساتھ

عاشق مزاج جتنے ہیں اُنکا یہ قول ہے
آئے اگر قضا بھی تو آئے ادا کے ساتھ

کہتا ہے اُس گلی میں یہ دل بھر کے آہ سرد
سیر چمن کا لطف ہی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ

تلوار تیر ساتھ چلانا کمال ہے
کرتی ہے کام اُسکی نگہ بھی ادا کے ساتھ

دوکام ایک دل سے خلافِ اصول ہے
کیونکر بتوں کی چاہ ہو یاد خدا کے ساتھ

جب یہ کہا کہ [illegible] دل کا چور ہے
ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے رنگ حنا کے ساتھ

ترسوں میں اُسکی دید کو قدرت خدا کی ہے
آنکھوں میں پھر رہا ہے جو ناز و ادا کے ساتھ

ہل چل اُٹھیں کے ہاتھ سے سارے جہان میں ہے
بیٹھے ہیں سر جھکائے جو شرم و حیا کے ساتھ

اب وار تم کرو نہ کرو کام ہوگیا
تلوار کھینچنا ہی غضب تھا ادا کے ساتھ

جب سر میں بھی ہوائے چمن کچھ نہ پوچھیے
ہم بھی جہاں سحر ہوئی پہونچے صبا کے ساتھ

لب پر اِدھر ہنسی اُدھر آنکھیں جھکی ہوئیں
شوخی ہے آج دست و گریباں حیا کے ساتھ

مدت ہوئی وصال کو اب تک یہی خیال
بیٹھا ہے کوئی گود میں ناز و ادا کے ساتھ

آفت نصیب دِل ہی فقط اس قصور پر
کی تھی وفا غریب نے اک بے وفا کے ساتھ

جب یہ سُنا کہ مینھ سے ہوئی اُنکی راہ بند
تڑپا میں ساتھ برق کے رُویا گھٹا کے ساتھ

آرام منحصر فقط اس بات پر نہیں
بیمار کو دُعا بھی ہے لازم دوا کے ساتھ

ہم نے بہت اُٹھائے ہیں آزار اے جلیل
اب دل لگائینگے نہ کسی بے وفا کے ساتھ

سوز دل کی مجھے بتلائے دوا تھوڑی سی
یا نہیں دیجیے دامن کی ہوا تھوڑی سی

حال مستوں کا ترے دیکھ کے رشک آتا ہے
اِس طرف بھی نگہ ہوش رُبا تھوڑی سی

کیوں کوئی دولت دارین خدا سے مانگے
دل میں ہو اُلفت محبوب خدا تھوڑی سی

جاں بلب ہو کے چلا ہوں میں یار تیکیلیے
دے مری عمر کو اللہ وفا تھوڑی سی

جان سے بڑھ کے مجھے داغ محبت ہے عزیز
کاش اس پھول میں ہو بوئے وفا تھوڑی سی

بوئے محبوب جو پا جاؤں تو جی جاؤں ابھی
تو ہی تکلیف کر اے باد صبا تھوڑی سی

لوٹنے کی قدم پاک یہ حسرت ہی رہی
دو اِجازت مجھے اب بہر خدا تھوڑی سی

در بدر پھر کے میں آیا ہوں در اقدس پر
بیٹھ رہنے کو مجھے چاہیئے جا تھوڑی سی

مانگتا ہے کوئی دنیا کوئی عقبیٰ تم سے
عرض میری بھی ہے شاہ دوسرا تھوڑی سی

زائر جلوہ گہ پاک ہے مقبول جگہ
مانگ لینا مرے حق میں بھی دُعا تھوڑی سی

پاکے میں ساقی کوثر کو یہ کرتا ہوں سوال
اے عطا پاش ادھر بھی ہو عطا تھوڑی سی

میں تمھیں دیکھ کے تڑپا جو بھری محفل میں
ہے خطا دل کی سِوا میری خطا تھوڑی سی

حضرت آئے ہیں دم نزع زیارت کرلوں
کاش اس دم مجھے مہلت دے قضا تھوڑی سی

مجکو آئینہ خاطر کی جلا کرنا ہے
پانی چاہیے خاک کف پا تھوڑی سی

لے لیا ہمنے صلے میں چمن خلد جلیل
کرکے موزوں شہ والا کی ثنا تھوڑی سی

حشر میں اس خیال سے آئے وہ اٹھلاتے ہوئے
فتنے سب اٹھ اٹھ کے بھاگے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

وہ ڈھٹائی سے یہ کہہ اٹھتے ہیں اتراتے ہوئے
ہم چلینگے حشر میں بھی یوں ہی اٹھلاتے ہوئے

ناز سے چلتے ہوئے شوخی سے اٹھلاتے ہوئے
تیر بھی آئے تو میرے دل کو تڑپاتے ہوئے

آپ کی پیاری حیا پامال ہوکر رہ گئی
اور چلیے ناز سے جوبن پہ اتراتے ہوئے

گھر کیا آنکھوں میں جب آیا نہ پردے کا خیال
آج لیتے ہو حیا کی سامنے آتے ہوئے

کیوں نہ کھینچے رشک کا نشتر وہ اس صدچاک کو
ہائے میں شانے کو دیکھوں زلف سلجھاتے ہوئے

جان کی ہو خیر یارب وہ اڑا کر دل مرا
پھر ادھر آتے ہیں کچھ غمزے کو سکھلاتے ہوئے

ایسی جنبش بے بہا اور اک نگاہ بیرخی
شرم بھی آئی نہ دل کا مول ٹھہراتے ہوئے

دل کی الجھن ہے یہ تیری زلف کی الجھن نہیں
عمر گذری ہے مری جان اسکو سلجھاتے ہوئے

رات ہم بھی کوے جاناں کو چلے کس شان سے
درد و غم ہمراہ نالے شمع دکھلاتے ہوئے

جان من صدقے تمھاری شوخیوں پہ جان و دل
پھر اسی انداز سے آجاؤ اٹھلاتے ہوئے

کیوں نہ ڈھانکوں منہ کفن سے میں سراپا ناز ہوں
شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے

آؤ بیٹھو شوق سے دلمیں مگر اس شرط سے
ساتھ لے لینا کوئی ارماں بھی جاتے ہوئے

دل تڑپ جاتا ہے جب میں یاد کرتا ہوں جلیل
ہائے وہ مڑ مڑ کے اسکا دیکھنا جاتے ہوئے

تپش دل نے یہ کی مجھ پہ عنایت کیسی
پوچھ اٹھا کوئی کہ ہے آج طبیعت کیسی

دلمیں رہتے ہو مگر نام سے جلتے ہو مرے
جان من ہے یہ محبت میں عداوت کیسی

دل ترا ہو کے بھلا میری سنی کیوں کہنے لگا
واسطہ ہی نہ رہا جب تو مروت کیسی

درد و غم دل میں تڑپ دلمیں تمنا دل میں
گھر ذرا سا ہے مگر اس میں ہے وسعت کیسی

آئینے کا ہو برا جس نے بنایا مغرور
تم کو یہ بھی نہ خبر تھی کہ ہے صورت کیسی

دل نہیں خون ہوا سینے میں اچھا نہ سہی
یہ تو فرمایئے اشکوں میں ہو رنگت کیسی

ہم دکھا دیں تجھے زاہد کہ یہ بت کیسے ہیں
تو دکھا دے ہمیں حوروں کی ہو صورت کیسی

آپ قائل تپش دل کے نہیں مرنے پر
دیکھیے دیکھیے ہلتی ہے یہ تربت کیسی

دل تو لے ہی چکے اب جان بھی کیا لینا ہے
خیر ہے آج یہ مجھ پر ہے عنایت کیسی

آپ ہم کٹ گئے تلوار کا احسان نہ ہوا
پڑ گیا وقت تو کام آ گئی غیرت کیسی

وصل دشمن جو غلط تھا تو چرائی کیوں آنکھ
آپ ہیں بات کے سچے تو ندامت کیسی

ہے اشارہ نگہ ناز کا فتنہ کیسا
آپ کے پاؤں کی ٹھوکر ہے قیامت کیسی

تم نے تیر نگہ ناز نہ مارا ہوتا
اب یہ مجھ سے ہے تڑپنے کی شکایت کیسی

وصل میں تو نہ کہا آپ کا مانے گا جلیل
آج کی رات مری جان اطاعت کیسی

وہ آنکھ دیکھ کے حیران آرسی ہو گی
غریب دور سے منھ اُنکا دیکھتی ہو گی

جو پوچھتا ہوں ملاقات بھی کبھی ہو گی
تو کس مزے سے وہ فرماتے ہیں کہ جی ہو گی

بلا سے تم پہ کرے گی نہ دل کی آہ اثر
تمھاری زلف تو شانے پہ ٹوٹتی ہو گی

لڑانے بیٹھے جو ہونگے وہ آنکھ دشمن سے
نقاب بیچ سے شرما کے اُٹھ گئی ہو گی

برہنہ ہو کے چلی یوں گلے پہ تیغ اُنکی
رگ گلو تھی حیا دار کٹ گئی ہو گی

شب وصال جو زلف اُنکی کھل گئی بولے
اب اِس سے اور کوئی رات کیا بڑی ہو گی

بھرے ہوئے ہیں جو دلمیں اُنھیں کے ہیں ارماں
لگائیں تو وہ ذرا تیر دل لگی ہو گی

چمن میں رہ کے خجل کسقدر ہوئی شبنم
نہ جانتی تھی کہ پھولوں میں یوں ہنسی ہو گی

عبث یہ فکر تمھیں ہے کہ ساتھ کون ملے
اُٹھو گے تم تو قیامت نہ اُٹھ کھڑی ہو گی

اڑا نہ ہو گا مرا دل بغیر سازش کے
ضرور تیری نظر سے نظر ملی ہو گی

سحر کو ایک بھی ہو گا نہ آپ کا قیدی
کھلی جو زلف تو چھوٹی ہوئی مسی ہو گی

اسی خیال میں لگتی نہیں ہے رات بھر آنکھ
کہ آرسی تمھیں ہر صبح دیکھتی ہو گی

دکھا دے جلوۂ دیدار جلیل کے نرگس کو
کھڑی چمن میں تری راہ دیکھتی ہو گی

وفا پرست ہی موڑے گی منہ نہ تیغ انکی
کھنچے گی بھی تو گلے سے مرے لگی ہوگی

چمن میں ہنستے ہیں وہ مجکو شرم اسکی ہے
ہنسی وہ پھول ؟ سامنہ انکا چومتی ہوگی

ہمارے دل کو وہ تلووں سے آج ملتے تھے
بہت ہی دلمیں حنا رشک سے پسی ہوگی

یہاں تک آکے پلٹ جائیں ہم یونہیں ساقی
سبو میں دیکھ تو لے کچھ بچی کھچی ہوگی

ادھر ہے وصل میں شوخی ادھر شرارت ہے
یہ رنگ دیکھ کے بجلی بھی لوٹتی ہوگی

جلیل کیوں نہیں لگتی ہے آنکھ راتوں کو
کہیں تو آنکھ ضرور آپ کی لگی ہوگی

مجھے بھی ہوتا ہے شک کہکی کہکی باتوں سے
جلیل کا نہیں کچھ اعتبار پی ہوگی

کہا میں نے کبھی ہاں بھی زباں سے نازنیں نکلی
تو کیا جھنجھلا کے بولے پھر اجازہ ہاں نہیں نکلی

غضب ہے آہ دل کی آسمان باز آستانہ سے
ابھی ہے خیر او ظالم ابھی منہ سے نہیں نکلی

تعجب تھا کہ وہ اور میرے آنسو پونچھنے آئیں
کھلا منشا چھری جسوقت زیرِ آستیں نکلی

گماں بیجا نہ تھا بوتل اڑا لینے کا واعظ پر
تلاشی لی جو حضرت کی تو زیرِ آستیں نکلی

سوالِ وصل پر خاموش رہنا انکا اچھا تھا
جو منہ سے بات نکلی بھی تو کیا نکلی نہیں نکلی

ستایا اسقدر ظالم نے رہنا ہو گیا مشکل
فلک سنتے تھے جسکو تیرے کوچے کی زمیں نکلی

ابھی حرفِ سوالِ وصل آیا بھی نہ تھا لب پر
پکار اٹھا دلِ مایوس وہ منہ سے نہیں نکلی

نکالے وہ پری مضموں کہ بھڑکے حسن والے بھی
حسیں تم تھے طبیعت میری تمسے بھی حسیں نکلی

نہیں معلوم تو کیوں قتل کرکے خوش ہوا اتنا
ترا ارمان نکلا یا مری جانِ حزیں نکلی

سوالِ وصل کرنا تھا کہ آفت آگئی مجھ پر
بغل سے تیغ ادھر نکلی ادھر منہ سے نہیں نکلی

توانائی ہوئی رخصت شکیبائی ہوئی رخصت
سوا غم کے وہ تھی کیا چیز جو دل سے نہیں نکلی

غضب ہے آج انہی منہ سے ہیں وعدے وصلِ دشمن کے
ہمارے سامنے سو بار جس منہ سے نہیں نکلی

جلیل ایسی غزل تم نے کہی انسان تو کیا ہیں
زبانِ حضرتِ روح القدس سے آفریں نکلی

نہ خوشی اچھی ہے اے دل نہ ملال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

ابھی غصے سے وہ شوخ آگ ہوا جاتا ہے
مشتری دِل کا یہ کہہ کہہ کے بنایا اُن کو
کیا مزہ ہو جو بھتیں دیکھ لے اِکدن ناصح
داغ دیکھا ہے جو دلمیں تو اُسے پھیرتے ہیں
طلب بوسہ پہ مجکو تو بُرا کہتے ہو
اور بیمار بنائیں گے دکھا کر آنکھیں
کیوں کہو لا اُن سے کہ دل لیکے مجھے دو بوسہ
کوستے گو ہیں مجھے یاد تو کر لیتے ہیں
داغ دِل جس سے چمک جائیں وہ نالہ بہتر
آنکھ سے دیکھتے جاتے ہیں کہ حالت ہے خراب
بوسہ یوں مانگوں کہ وہ آکے مزے میں کہیں
آج سنتا ہوں خبر لینگے وہ بیماروں کی
یاں تک روز بہو بختی ہے بُرائی میری
رشک ہے یاد سے بھی اپنی کہ وہ کہتے ہیں
اپنی آنکھیں نظر آتی ہیں جو اچھی اُنکو

کہدے اِتنا کوئی پریوں کا جمال اچھا ہے
چیز انوکھی ہے نئی جنس ہے مال اچھا ہے
اور ہم جا کے یہ پوچھیں کہو حال اچھا ہے
کہتے ہیں ہم نے یہ جانا تھا کہ مال اچھا ہے
اور میں بھی جو کہوں دِل کا سوال اچھا ہے
جب تک آتے نہیں وہ دیکھنے حال اچھا ہے
آپ وہ دام لگائیں گے جو مال اچھا ہے
میرے حق میں تو صفائی سے ملال اچھا ہے
جس سے رونق ہو چمن کی وہ نہال اچھا ہے
اور منہ سے کہے جاتے ہیں کہ حال اچھا ہے
مانگے جاا ے مرے سائل یہ سوال اچھا ہے
اب بُرا بھی ہے اگر تو مرا حال اچھا ہے
رشک ہوتا ہے کہ مجھ سے مرا حال اچھا ہے
مجھ سے کیا واسطہ بس میرا خیال اچھا ہے
جانتے ہیں مرے بیمار کا حال اچھا ہے

روز ملتا ہے گلے اک بتِ مہ پارہ جلیل
روز ہم عید مناتے ہیں یہ سال اچھا ہے

تصویر شوخ یار کی کیا چال کر گئی
اے تیغ ناز جل بھی جو گذری گذر گئی
اشکوں سے جب یہ جوش بھری آنکھ بھر گئی
آمد ہوئی جو اُن کی تو لینے کو راہ میں
جادوگری کو ناموری کا ہوا جو شوق
جائینگے جاتے جاتے یہ قسمت کے پیچ ہیں

اندر ہی اندر آنکھ سے دِل میں اُتر گئی
اب پانی لے کے آئی ہے جب پیاس مرگئی
دل سے مری چڑھی ہوئی گنگا اُتر گئی
دل مجھ سے آگے دل سے بھی آگے نظر گئی
شوخی بنی اور آپ کی آنکھوں میں بھر گئی
کیا زلف ہے کہ ہاتھ لگا اور سنور گئی

میں خوش ہوں اب رہے گا نہ دلمیں ترے ملال
جتنی جگہ تھی غیر کی الفت سے بھر گئی

ہے تیری زلف میں بھی کنھیا کا خاصہ
یاں دل پہ چھائی واں ترے رخ پر بکھر گئی

برچھی کا کام کر گئی عرضی رقیب کی
تیری نظر سے میرے جگر سے گذر گئی

اس رخ پہ دونوں گتھ گئیں بوسہ کیواسطے
آئی ادھر سے زلف ادھر سے نظر گئی

حیرت فزا تھا جلوہ دلدار کسقدر
دم بھر میں بیقرار طبیعت ٹھہر گئی

جب تک کہ دم رہا نہ گلے سے ہوئی جدا
تیغ اُن کی وضعدار تھی اپنی سی کر گئی

تیری کمر چھپی تو وہ چھپنے کی چیز تھی
ملتی نہیں نگاہ یہ ظالم کدھر گئی

دیکھو تو دل کا رشک جو رخصت ہوا وہ شوخ
خود بھی گیا یہ ساتھ جہانتک نظر گئی

کیا جانے کیسی کل ہے جلیل انکے ہاتھ میں
جب رکھدیا جگر پہ طبیعت ٹھہر گئی

دل سے نکل کے آہ کی قسمت سنور گئی
بن بن کے زلف رخ پہ کسی کے بکھر گئی

بارش میں حسن دختر رز کا نہ پوچھیے
چھینٹا پڑا تو اور بھی رنگت نکھر گئی

آئی تھی چشم تر میں شبیہ اُنکی سیر کو
ٹھنڈی ہی جگہ پسند جو آئی ٹھہر گئی

تم نے تو میری جان کو سایہ بنا لیا
چلتے ہوے چلی گئی ٹھہرے ٹھہر گئی

ممکن نہیں کہ اس کی ملاحت کا وصف ہو
جس کی ہنسی نمک مرے زخموں میں بھر گئی

گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی تعظیم کے لیے
وہ چال تم چلے کہ قیامت بھی ڈر گئی

الجھن ہوئی بلا سے ہوئی فکر زلف میں
اتنا تو ہو گیا کہ طبیعت سنور گئی

یاد آگئیں مجھے کسی کمسن کی شوخیاں
بجلی تڑپ کے اور بھی بیتاب کر گئی

عصمت ہے یہ بھی کوئی کہ نکلے نہ گھر سے آپ
اور حسن پاکباز کی گھر گھر خبر گئی

میرا خیال آتے ہی دشمن جو آگیا
چڑھتے ہی چڑھتے یار کی تیوری اتر گئی

دل کی طرح ہے جان بھی مشتاق دیدیار
آنکھوں میں جاتے جاتے جو پہونچی ٹھہر گئی

سارا جہان آئنہ خانہ ہے یار کا
آیا وہی نظر جدھر اپنی نظر گئی

خود مر رہے تھے موت نے کیا آکے کر لیا
احسان کرنے آئی تھی احسان کر گئی

گلرنگ آنکھیں ہوگئیں ساقی کی یاد میں
بھٹرے نظر میں جسکی اُسی کا یہ حال ہے
دشمن پہ بھی نظر تھی وہی اور مجھ پہ بھی
ہر ایک سے یہ کاکل لیلےٰ کا تھا گلہ

فصل بہار آکے مرے جام بھر گئی
لو دل نے دام چُک گئے قیمت ٹھہر گئی
اُمید وار اُسے مجھے مایوس کر گئی
مجنوں کی آہ مجکو پریشان کر گئی

بن ٹھن کے وہ ادھر سے گذرنا کسی کا ہائے
کیا کہیئے اے جلیل جو دل پر گذر گئی

مزے بیتابیوں کے آرہے ہیں
لحد ایک ایک کی ٹھکرا رہے ہیں
جو پچھلے جور اب یاد آرہے ہیں
ابھی کل تک تھے کیسے بھولے بھالے
وہ بجلی ہیں تو ہوں اُنکو مبارک
مجھے تو انتظارِ چارہ گر ہے
ہمارا حال جب دیکھا تو بولے
کبھی ہم نے پیا تھا بادۂ عشق
اُٹھ گئے سنکے وہ گلہ دِل کا
آنکھ رہزن نہیں تو پھر کیا ہے
تیر کمزور تھا پہونچ نہ سکا
تم یہاں تھے تو محو صورت تھا
نوک مژگاں کی چھیڑ جاری ہے
نگہ شوخ سے خدا کی پناہ
حشر کا انتظار مشکل ہے

وہ ہم کو ہم اُنھیں سمجھا رہے ہیں
قیامت پر وہ چوٹیں آرہے ہیں
وہ دل ہی دلمیں کچھ شرما رہے ہیں
ذرا اُبھرے ہیں آفت ڈھا رہے ہیں
مجھے کس واسطے تڑپا رہے ہیں
الٰہی غش یہ غش کیوں آرہے ہیں
سزا اپنے کیے کی پا رہے ہیں
جلیل اُسکے مزے اب آرہے ہیں
رہ گیا دل میں حوصلہ دل کا
لوٹ لیتی ہے قافلہ دل کا
ورنہ کتنا تھا فاصلہ دل کا
اب تصور ہے مشغلہ دل کا
وقف نشتر ہے آبلہ دل کا
برق سے ہے مقابلہ دل کا
یہیں ہو جائے فیصلہ دل کا

عشق بازی شباب تک تھی جلیل
اب نہ وہ دل نہ ولولہ دل کا

دیدۂ تر مرے خونبار ہوئے جاتے ہیں ۔ لالہ گوں یار کے رُخسار ہوئے جاتے ہیں
آتے جاتے جو لڑاتے ہیں وہ آنکھیں ہم سے ۔ غیر سُن سُن کے یہ بیمار ہوئے جاتے ہیں
ہم بھی خوش ہیں کہ ہمیں رشک کا موقع نہ دیا ۔ ساری دنیا سے وہ بیزار ہوئے جاتے ہیں
نئے انداز کی سوجھی ہے ترقی اُن کو ۔ ہو کے دلدار دل آزار ہوئے جاتے ہیں
حضرت دل مجھے کیا کم ہیں مٹانے کے لیے ۔ آپ کیوں درپے آزار ہوئے جاتے ہیں
عشق کہتے ہیں کسے ہم اُنھیں سمجھا دینگے ۔ وہ بھی دو روز میں ہشیار ہوئے جاتے ہیں
صورت آئینے میں دیکھی ہے جو صبح شب وصل ۔ میری صورت سے وہ بیزار ہوئے جاتے ہیں
پھر بندھا سلسلہ اشکوں کا خدا خیر کرے ۔ پھر گلے کا یہ مرے ہار ہوئے جاتے ہیں
رشک یوسف ہیں مگر رشک تو دیکھو اُنکا ۔ آپ اپنے وہ خریدار ہوئے جاتے ہیں
آپ آئیں تو سہی گور غریباں کی طرف ۔ سونے والے ابھی بیدار ہوئے جاتے ہیں
لُطف اُٹھائیں لب جاناں کی مسیحائی کا ۔ لوگ اِس شوق میں بیمار ہوئے جاتے ہیں
وجد میں نے جو کیا اُن کی ادا پر بولے ۔ بے پیے آپ تو سرشار ہوئے جاتے ہیں
آپ ہوتے ہیں جو رخصت تو یہاں فر ہی کیا ۔ ہم بھی اک آن میں تیار ہوئے جاتے ہیں
نگہ ہوش ربا اس سے ہی واقف کہ نہیں ۔ مست سب آپ کے ہشیار ہوئے جاتے ہیں
سخت جاں ہوں نہ چھدیگا مرا سینہ قاتل ۔ تیر جھک کر تری تلوار ہوئے جاتے ہیں
دوڑ زاہد کہ قیامت ہیں قیامت آئی ۔ داخل خلد گنہ گار ہوئے جاتے ہیں

کان تک اُنکے جو پہونچے ہیں مرے شعر جلیل
سب کے سب گوہر شہوار ہوئے جاتے ہیں

بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی ۔ کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی
وہ سنورتے ہیں مجھے اس کی ہے فکر ۔ آرزو کس کی نکالی جائے گی
دل لیا پہلی نظر میں آپ نے ۔ اب ادا کوئی نہ خالی جائے گی
تیغ قاتل سے گلے مل لینگے آپ ۔ حسرت دِل یوں نکالی جائے گی
اب تو وعدے کی بھی مدت ہو چکی ۔ کب غریبوں کی دعا لی جائے گی

آتے آتے اُن کو آئے گا خیال
جاتے جاتے بے خیالی جائے گی

پڑ گئی چہرے پہ میری چشمِ شوق
اب نقاب اُن سے نہ ڈالی جائے گی

اے تمنا تجھکو رو لوں شامِ وصل
آج تو دل سے نکالی جائے گی

کیا خبر تھی عشق کے بازار میں
دل سی شئے بھی دیکھی بھالی جائے گی

باندھتے جاتے ہیں بلبل آشیاں
ایک دن پھولوں کی ڈالی جائے گی

کیا کہوں دل توڑتے ہیں کس لئے
آرزو شاید نکالی جائے گی

اپنی پلکوں سے تم اتنا پوچھ دو
پھانس دل کی کب نکالی جائے گی

جان لی تم نے ہمیں شکوہ نہیں
جانتے تھے جانے والی جائے گی

جو تجھے دیکھے گا اُس سے بعدِ مرگ
آنکھ حوروں پر نہ ڈالی جائے گی

کفرِ زاہد توڑنا کیا بات ہے
صرف اک مے کی نہ پیالی جائے گی

کچھ حیا کا بھی رہے شوخی میں پاس
ورنہ یہ نازوں کی پالی جائے گی

ہم نہ کہتے تھے یہ تم سے اے کلیم
آنکھ تجلی پر نہ ڈالی جائے گی

بے سبب اپنی جگر کاوی نہیں
عشق کی بنیاد ڈالی جائے گی

دل تو نذرانے میں بوسے کے گیا
کہتے ہیں قیمت جدا لی جائے گی

قبر میں بھی ہو گا روشن داغِ دل
چاند پر کیا خاک ڈالی جائے گی

گر یہی نظارہ بازی کا ہے شوق
باغ سے نرگس نکالی جائے گی

دیکھتے ہیں غور سے میری شبیہ
شاید اِس میں جان ڈالی جائے گی

فصلِ گل آئی جنوں اُچھلا جلیل
اب طبیعت کیا سنبھالی جائے گی

مجھے دردِ دل کی دوا چاہیئے
غبارِ رہِ مصطفےٰ چاہیئے

مدینے تک آئے ہیں مر مر کے ہم
پئے قبر تھوڑی سی جا چاہیئے

یہ کہتی ہیں آنکھیں کہ دیدار کو
جمالِ حبیبِ خدا چاہیئے

محبت نے جو کچھ کیا دل کے ساتھ
مزے کا ہے قصہ سنا چاہیئے

جیسے چاہتے تھے اُسے پا گئے
اَب اُسکے سِوا اور کیا چاہیئے

مدینے پہونچنا ہے دشوار کیا
دِلِ زار فضلِ خدا چاہیئے

سَفر میں توجہ رہے ساتھ ساتھ
کہ ہوں نابلد رہنما چاہیئے

یہ پیک تصور سلامت رہے
نہ قاصد نہ بادِ صبا چاہیئے

صَبا کیا کھِلائے گی دل کی کلی
تمھاری گلی کی ہوا چاہیئے

طبیبوں سے میں کیا کہوں دردِ دل
مجھے کوئی دَرد آشنا چاہیئے

ہوس نعمت دو جہاں کی نہیں
مجھے خواجۂ دوسرا چاہیئے

مرے سے کوئی در خالی نہیں
مگر اپنے دِل میں مزا چاہیئے

یہ کہتی ہے پابوس کی آرزو
کہ دل میں ترا نقشِ پا چاہیئے

اُبلا لیں گے حضرت تمھیں بھی جلیل
مگر صدق دِل سے دُعا چاہیئے

ہے خبر پچھلے پہر وہ بے نقاب آنے کو ہے
صبح سے پہلے مرے گھر آفتاب آنیکو ہے

مژدہ اے دل دور میں جامِ شراب آنے کو ہے
آج چکر میں فلک پر آفتاب آنیکو ہے

اُنکو کوٹھے سے اُترتے دیکھکر کہتی ہے خلق
آسماں سے اَب زمیں پر آفتاب آنیکو ہے

کہہ رہی پھول سے گالوں پہ سُرخی کی نمود
دورِ طفلی ہو چکا عہدِ شباب آنیکو ہے

ایسی آفت کیا ہے اے دل اور تھوڑا صبر کر
نامہ بر جانے کو ہے خط کا جواب آنیکو ہے

آنکھ سَاقی کی اشاروں میں یہ مجھ سے کہہ گئی
ہو مُبارک دَور میں جام شراب آنیکو ہے

دے کے مژدہ آمدِ جاناں کا قاصد نے کہا
حشر بھی اس فتنہ گر کے ہمرکاب آنیکو ہے

وصل میں بھی اپنی قسمت جاگنے والی نہیں
شام ہی سے یار کی آنکھوں میں خواب آنیکو ہے

آمد آمد محتسب کی سنکے کہتے ہیں یہ رند
آج رحمت کے عوض ہم پر عذاب آنیکو ہے

چتونیں کہتی ہیں اب موقع نہیں ہے چھیڑ کا
شوخیاں رخصت ہوئیں شرم و حجاب آنیکو ہے

شافعِ عصیاں کے قدموں پر گرو چلکر جلیل
حشر برپا ہو گیا وقت حساب آنے کو ہے

بوئے لیلیٰ جو صبا لائی ہے
دشت مجنوں میں بہار آئی ہے

تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں
دو قدم کوچۂ رسوائی ہے

ہوئی مدت کہ چمن چھوٹ گیا
اب ہمیں کیا جو بہار آئی ہے

آپ اور سوگ مرا کیا کہنا
دیکھیے لب پہ ہنسی آئی ہے

تیرا جلوہ تو رہا ایک طرف
ہے تماشا جو تماشائی ہے

قبر پر روتے ہیں کھولے ہوئے بال
مینھ برستا ہے گھٹا چھائی ہے

گر کے ٹوٹا ہے جو ساغر میرا
ہائے ساقی کی صدا آئی ہے

کون محفل میں جگہ دے مجھکو
ساتھ میرے مری رسوائی ہے

بزم ماتم میں ہے شرکت انکی
میرے پھولوں میں بہار آئی ہے

ہاتھ رکھدو دل نالاں پہ مرے
ورنہ رکھی ہوئی رسوائی ہے

ہو گیا ہے جو مسیحا بے درد
اور بھی درد کی بن آئی ہے

ہم ہیں بیمار محبت جب سے
نہ مسیحا نہ مسیحائی ہے

غش جو آیا ہے قفس میں ہم کو
بوئے گل لے کے صبا آئی ہے

آئنہ کیا اسے سمجھے گا غریب
جو ادا تیری مجھے بھائی ہے

ایک تم کیا ہو جلیل ایک جہاں
مست خم خانۂ مینائی ہے

میکدے پر جو گھٹا چھائی ہے
یہ بھی پینے کے لیے آئی ہے

لطف دیکھو جو ہے قاتل میرا
اس کو دعوائے مسیحائی ہے

جب سے چھوٹا ہے گلستاں ہمسے
روز سنتے ہیں بہار آئی ہے

آئنہ خانہ ہے اور خود بیں ہے
یہ نئی انجمن آرائی ہے

کیا تماشا ہے کہ لیتے ہیں وہ جان
لوگ کہتے ہیں مسیحائی ہے

بزم خوباں میں صدا ہے اپنی
کہیں میرا دل شیدائی ہے

سوتے میں کھل جو گئی ہے وہ زلف
کیا دبے پاؤں نسیم آئی ہے

جستجو کی مجھے حاجت کیا ہے | اُسکا طالب ہوں جو ہر جائی ہے
غل یہ کرتی ہے ہماری زنجیر | جس کو سودا نہ ہو سودائی ہے
صورت یار ہے آپ اپنی نظیر | آئینہ شاہد یکتائی ہے
تم پہ جس روز سے آیا ہے شباب | باغ عالم میں بہار آئی ہے
مجھ سے کیا ہوگا تماشائے جمال | اُس کو دیکھوں جو تماشائی ہے
پیرہن جب سے ہوا نذر جنوں | زیب تن جامۂ رسوائی ہے
کون سا پھول چمن میں نہ رہا | پتی پتی یہ خزاں چھائی ہے
سبب حیرت آئینہ نہ پوچھ | کسی جلوے کا تماشائی ہے
تو بھی ہو لوٹ اُسے گر دیکھے | جو ادا تیری مجھے بھائی ہے
خاک آئینے کو دیکھے لیلےٰ | اب تو مجنوں کی تماشائی ہے
ایک دو ہوں تو کرے رشک کوئی | سارا عالم ترا شیدائی ہے

ہم ادھر آپ سے باہر ہیں جلیل
وہ اُدھر محو خود آرائی ہے

چھیڑ ہوتے ہوتے اب ہونے لگی بیداد بھی | یہ سمجھ لو مُنھ پہ ہے رکھی ہوئی فریاد بھی
سچ ہے ہوتی ہے بُری مظلوم کی فریاد بھی | دے کے بلبل کو چھری پھڑکا کیا صیاد بھی
واقعی کیا چیز ہے اپنا دل ناشاد بھی | ذکر حق بھی ہوتا جاتا ہے بتوں کی یاد بھی
ہاتھ کیا آتا کہ تھا میں طائر رنگ حنا | باغباں بھی تاک میں پھرتا رہا صیاد بھی
جان کر چھیڑا ہے مجھکو اب نہو انجان تو | دل دکھایا ہے تو سنتا جا مری فریاد بھی
ایک مُرغ دل ہے جو پھنسکر رہا ہوتا نہیں | ورنہ ہوتے ہیں عنادل قید بھی آزاد بھی
تجھ سے ملکر او بت بیدرد یہ عقدہ کھلا | بھولی بھولی شکل والے ہوتے ہیں جلاد بھی
اے چمن والو چمن سے یوں گذرنا چاہیے | باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی
کیا تماشا ہے وہ کرتے ہیں جو وعدہ وصل کا | دل یہی کہتا ہے چپکے سے رہے جب یاد بھی
سب کے سب وحشت زدہ ہیں میں اکیلا کیا کروں | اشک بھی رکتے نہیں تھمتی نہیں فریاد بھی

تم جو خوش خوش آئے شادیٔ مرگ عاشق ہو گئے
باغ سے جانے کہاں دیتا ہے اب لالچ اسے
روکتا ہوں نالۂ دل کو تو دیتا ہے جواب
کوستے ہیں وہ کہ دل تیرا جلے مثل سپند
سادگی ہی سادگی معشوق میں اچھی نہیں
آئیے دل لیجیے میں کب چراتا ہوں نظر
دل میں وہ آئے ہوا دل دام الفت میں اسیر
نکہت برباد سمجھو یا فغان عندلیب
وصل شیریں پر نہیں موقوف خسرو کا علاج

اپنی آمد کی ذرا سنتے مبارکباد بھی
پھانس کر دو چار بلبل پھنس گیا صیاد بھی
خیر ہے پابند ہوتے ہیں کہیں آزاد بھی
مدعا یہ ہے کہ تڑپے بھی کرے فریاد بھی
لطف میں کچھ کچھ جھلک دیتی ہے بیداد بھی
آپ بھی آنکھوں پہ میرے آپکا ارشاد بھی
لو مبارک ہو مقید ہے تمھاری یاد بھی
ہوں وہ طائر پوچھتا جسکو نہیں صیاد بھی
درد سر کی ہے دوا خون سر فرہاد بھی

ہائے کیا حسرت کدہ تھا دل ہمارا اے جلیل
ہو گیا دو روز میں آباد بھی برباد بھی

ناز بھی ہوتا ہے ہوتی رہے بیداد بھی
ایک آفت ہیں حسینان ستم ایجاد بھی
وقت پڑتا ہے تو کوئی آشنا ہوتا نہیں
کھو کے بچپن کا زمانہ ہم بلاؤں میں پھنسے
چپ نہ ہو رہتے تو کیا کرتے تمھارے داد خواہ
میں جو کہتا ہوں نشیمن سے بچھڑنا ہے ستم
آفریں باد اے تصور سیر گلشن ہے وہی
آہ بھرنا تو تجھے خوب آ گیا ہے اے حباب
آتش سودا اٹھی ایسی تیز جسدم فصد لی
تم جو کہتے ہو بگڑ کر ہم نہ آئیں گے کبھی
میں جو تڑپا سامنے اُس کے تو خوش ہو کر کہا
مرگ دشمن سے ترے بچیں ہو نیکی خبر

سب گوارا ہے جو تم سنتے رہو فریاد بھی
کرتے ہیں بیداد مجھپر چاہتے ہیں داد بھی
دشمن فرہاد نکلا تیشۂ فرہاد بھی
ہوش بلبل کو جو آیا آ گیا صیاد بھی
لب پہ ہر دم آتے آتے تھک گئی فریاد بھی
کرتی ہے تائید میری نکہت برباد بھی
ہم کف صیاد میں ہیں قید بھی آزاد بھی
سیکھ لے ہم دل دکھوں سے نالۂ فریاد بھی
تھا لہو کے ساتھ پانی نشتر صیاد بھی
یہ بھی کہدو اب نہ آئے گی ہماری یاد بھی
ہاں مرے سر کی قسم اسدم ذرا فریاد بھی
میرے حق میں تعزیت بھی ہی مبارکباد بھی

اب ترس کھانا نہ کھانا اُنکا ہے قسمت کے ہاتھ | دیکھ لی صورت ہماری سُن چکے فریاد بھی
جسنے دیکھی دل کی حالت اُسنے ذکر یہ کہا | یاخدا ہوگا یہ ویرانہ کبھی آباد بھی
دل میں رکھو شوق سے اُلفت رقیبوں کی مگر | ہو جگہ اتنی کہ آجائے ہماری یاد بھی
میں تو منھ کھولوں نہ اظہار محبت کے لئے | پر ہے مشکل بند ہو جائے لب فریاد بھی
زلف کھولے آئے ہیں قیدی بنانے کیلئے | قید آنکھوں پر مگر جب ہو کوئی میعاد بھی
ہم سے نو آموز سے صیاد راضی ہو چکا | نغمہ سنجی اک طرف آتی نہیں فریاد بھی

مرتبہ حضرت کا روشن ہے زمانے پر جلیلؔ
تھے امیر ملک معنی بھی جگت اُستاد بھی

دن کی آہیں نہ گئیں رات کے نالے نہ گئے | میرے دلسوز مرے چاہنے والے نہ گئے
اپنے ماتھے کی شکن تم سے مٹائی نہ گئی | اپنی تقدیر کے بل ہم سے نکالے نہ گئے
آجتک ساتھ ہیں سرکار جنوں کے تحفے | سر کا چکر نہ گیا پاؤں کے چھالے نہ گئے
ایسے کچھ خستہ ہوے تیر اُتر کر دل میں | اُسنے چاہا کہ نکالوں تو نکالے نہ گئے
میری آہوں سے شب وصل وہ کیا اُلجھے ہیں | گوشے آنچل کے جو رُخسار پہ ڈالے نہ گئے
تذکرہ سوز محبت کا کیا تھا اک دن | تا دم مرگ زباں سے مرے چھالے نہ گئے
خود نہ سنبھلے جو دم دید جناب موسیٰ | تجھ سے بھی حسرت دیدار سنبھالے نہ گئے
وہ بھلا پیچ نکالیں گے مری قسمت کے | اپنے بالوں کے تو بل اُنسے نکالے نہ گئے
جی جلانے پہ فلک تجھ کو بہت غرہ ہے | کیا کہوں اور کچھ اونچے مرے نالے نہ گئے
اُٹھتو ہے اے دل صدچاک ترے سر سہرا | پیچ اُس زلف کے شانے سے نکالے نہ گئے
شمع رو ہو کے فقط تم نے جلانا سیکھا | میرے غم میں کبھی دو اشک نکالے نہ گئے
راہ روکے ہوے سر پر تو کھڑا تھا گردوں | تم یہ کہتے ہو کہ اونچے ترے نالے نہ گئے
تیر سے چھید کے دل کو بت قاتل نے کہا | اب نہ کہنا مرے ارمان نکالے نہ گئے
سیر دیکھو وہ مرے دل میں جگہ چاہتے ہیں | جن سے ارمان کبھی دل کے نکالے نہ گئے
اور بُومیں مرے دشمن مرے حق میں کانٹے | آخر اُس بزم سے جن جن کے نکالے نہ گئے

ہمسفر ایسے وفادار کہاں ملتے ہیں
تیرے وحشی کے قدم چھوڑ کے چھالے نہ گئے

کوئی شب ایسی نہ گزری کہ بنا کر گیسو
سیکڑوں بل مری تقدیر میں ڈالے نہ گئے

دل کی تسکین کو فقرہ ہمیں اچھا سوجھا
وصل دلبر کے بھتے ارمان نکالے نہ گئے

تم سے ارمان ہمارے جو نہ نکلے نہ سہی
اپنے خنجر کے بھی ارمان نکالے نہ گئے

کون ہے بزم کے قابل وہ سمجھ جاتے ہیں
سب نکالے گئے پر دل نے نکالے نہ گئے

اپنا دیوان مرقع ہے حسینوں کا جلیل
نکتہ چیں تھک گئے کچھ عیب نکالے نہ گئے

کیا بلا عشق کی بیماری ہے
دل گیا جان کی اب باری ہے

کتنی اچھی ہیں یہ بیمار آنکھیں
تیری جو بات ہے وہ پیاری ہے

حال پوچھو نہ مری آنکھوں کا
حسرت دید کی بیماری ہے

دبتے ہیں قد سے ترے سب فتنے
ایک ہے سو پہ مگر بھاری ہے

اشک بہتے ہوئے دیکھا تو کہا
عشق کا کام ابھی جاری ہے

نہ کرے بات تمھاری تصویر
مجھکو اسپر بھی بہت پیاری ہے

وصل کی رات ہے نیند آج کہاں
آنکھ میں بخت کی بیداری ہے

بچکے نکلا ہے نگاہوں سے جو دل
بڑھ کے غمزے نے چھری ماری ہے

کیا کریں اب تو گریباں بھی نہیں
دم الجھتا ہے جو بیکاری ہے

ابتدا ہی میں تغافل ہے انھیں
شام سے نیند وہاں طاری ہے

درہم داغ ملے ہیں جب سے
روز سودے کی خریداری ہے

کھل گئے دیکھ کے دل کو پر داغ
بولے کیا اچھی یہ پھلواری ہے

لیتے ہی دل جو بنیں متوالی
تیری آنکھوں کی یہ ہشیاری ہے

ہوتے ہیں لوگ سبکدوش اے چرخ
خیر یہ دم سے ترے جاری ہے

خود کریں گے وہ تری قدر جلیل
کچھ بھی گر تجھ میں وفاداری ہے

ہاں ہاں لگاؤ تیر مرا دل یہی تو ہے
کچھ اور فائدہ نہ سہی دل لگی تو ہے

مرتے تمھیں پہ ہیں تمھیں کیوں ناگوار ہے
یہی پسند اپنی نظر اپنا جی تو ہے

اب لوٹ کیوں ہو دل کی تڑپ دیکھ دیکھکر
اترا کے جس کو پھینکدیا تھا وہی تو ہے

آنکھ اپنی اُسنے دیکھ کے آئینے میں کہا
بیمار سب بتاتے ہیں اچھی بھلی تو ہے

دیکھیں لگی وہ دل کی بجھاتے ہیں یا نہیں
اک زہر کی بجھی ہوئی جھنجلا کے لی تو ہے

کیا اپنا حق اجل کے لیے وقف کر دیا
بالیں سے کیوں تم اُٹھکے چلے جان ابھی تو ہے

لوٹے گا اور کون در میکدہ پہ یوں
یہ کام ہے جلیل کا دیکھو وہی تو ہے

سرِ محفل وہ ادا سے جو خراماں ہونگے
ناز و انداز اُٹھائے ہوئے داماں ہونگے

ہر طرح داغ محبت کے نمایاں ہونگے
پردہ کرنے سے چراغ تہِ داماں ہونگے

ہم نے تو جان کے زلف اُنکی بلائیں لیلیں
اور ہونگے جو بلاؤں سے پریشاں ہونگے

چٹکیاں لینے سے تیرے جو کلیجے میں ہیں نیل
خال بنکر ترے چہرے پہ نمایاں ہونگے

جھٹکے کھا کھا کے محبت کے سنور جائینگے ہم
زلف بن بنکے حواس اُنکے پریشاں ہونگے

تار اشکوں کے اُٹھاتا تو ہوں آنکھوں سے مگر
سمجھے بیٹھا ہوں کہ اکدن یہی طوفاں ہونگے

جان جائے گی محبت میں بلا سے جائے
سوگ میں آپ کے گیسو تو پریشاں ہونگے

میرے دامن مرے چھالے جو سلامت ہیں جنوں
ننگے بھوکے نہ کبھی خار بیاباں ہونگے

بوسے لینے کو بکھر جائیں گے رُخ پر گیسو
کھول کر بال بہت آپ پریشاں ہونگے

آپ آئیں تو سہی آپ کو چھیڑیں گے نہ ہم
آپ کی عمر دراز آپ پہ قرباں ہونگے

قتل کرکے بھی سبکدوش نہ ہوگا قاتل
سر جو گردن پہ نہو گا ترے احساں ہونگے

غیر کا سوگ اُنھیں ہوگا مجھے جانکا روگ
اسطرف خال اُدھر بال پریشاں ہونگے

ہلکے ہاتھوں سے کیا ہے مجھے بسمل اُسنے
پھول ہو جائیں گے وہ زخم جو خنداں ہونگے

بکھرے بالوں سے کھوئے لیتے ہیں کیوں دل میرا
اور بھی دل کے پریشاں سے پریشاں ہونگے

پیاس مشتاق شہادت کی بجھائینگے وہ کیا
آپ ہی خون کے پیاسے ترے پیکاں ہونگے

زلف سے بڑھ کے ہی قصّہ مری بربادی کا
نہ سنیں آپ اسے ورنہ پشیماں ہونگے

وصل میں وہ مرے سینے سے لپٹکر بولے
آج رخصت ترے دل سے مرے ارماں ہونگے

جس طرح ڈالیوں میں پھول چنے جاتے ہیں
ترے دیوانوں کے دامن میں گریباں ہونگے

رنگ لائینگے مرے داغ دل و داغ جگر
ابھی وہ پھول ہیں وہ دن ہیں گلستاں ہونگے

اب گلے شکوے حسینوں کے ہیں بیکار جلیل
ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پشیماں ہونگے

لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی
آنکھ جسدن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی

آگیا یاد مرا خون جو دم آرایش
آنکھ بھر آئی حنا انسے لگائی نہ گئی

تیرے پردے کا تو رنجش میں بھی چھوٹا نہ لحاظ
بات جو دل میں تھی لب پر کبھی لائی نہ گئی

میل جول انسے کسی سے جو نہ تھا چھپے کیوں
صاف بنتے تھے مگر آنکھ ملائی نہ گئی

دل گیا دل کا پتا آنکھ سے جب آنکھ رلی
تیری چوری تری چتون سے چھپائی نہ گئی

رات بھر آپ ہی لوٹا کیے وہ اپنی بہار
آرسی آنکھ کے آگے سے ہٹائی نہ گئی

پھر گئی آنکھ مری پھر کے نہ دیکھا اسنے
پھیری آئی نہ ٹلی اسکی رکھائی نہ گئی

چل بھی اے تیغ روانی تری دیکھی ہمنے
ہم ترستے ہی رہے پیاس بجھائی نہ گئی

پی گئے پند کو ہم لب پہ نہ لائے توبہ
تھی کڑی ایسی یہ منہ سے لگائی نہ گئی

کم نگاہی کا گلہ سن کے بہانہ سوجھا
بولے بیمار جو تھی آنکھ اٹھائی نہ گئی

اپنے کشتے سے نہ سیدھی ہوئی پھر کر وہ نگاہ
انکی روٹھی ہوئی تلوار منائی نہ گئی

ڈالدی جلوۂ دیدار نے پھوٹ آنکھوں میں
آج تک رشک سے آپس کی جدائی نہ گئی

ہم کو دعوے تھا کہ الفت میں اٹھالینگے پہاڑ
وقت پر بول گئے بات اٹھائی نہ گئی

جان دیتے ہی بنی ناز بھری چتون کو
آنکھ کا تھا جو لحاظ آنکھ چرائی نہ گئی

عمر سب کٹ گئی باتیں ہی بنانے میں جلیل
اپنی بگڑی ہوئی افسوس بنائی نہ گئی

کھو کے دل میرا انھیں ناحق پشیمانی ہوئی
تم سے نادانی ہوئی یا مجھ سے نادانی ہوئی

ایک دن بھی تو نہ اپنی رات نورانی ہوئی
ہم کو کیا اے مہ جبیں گر چاند پیشانی ہوئی

مجکو بوسہ دے کے سب سے کیوں پشیمانی ہوئی
اتنی سی تو بات ہے کہدو کہ نادانی ہوئی

سر دھری کا تری ساقی نتیجہ تھا یہی
آگ کے مولوں جو بکتی تھی وہ مے پانی ہوئی

خاک صحرا دامن مجنوں سے یہ شوخی ہے
مجھ سے اُڑتی ہے مری سو بار کی چھانی ہوئی

دل تو سودائی سڑی ہے اُسنے کھینچی ہوگی آہ
آپ کی زلفوں کو اتنی کیوں پریشانی ہوئی

اللہ اللہ چھوٹ نکلا رنگ چاہت کا مری
زہر کھایا میں نے پوشاک آپکی دھانی ہوئی

ہمکو ہو سکتا نہیں دھوکا ہجوم حشر میں
تیری صورت ہے ازل سے جانی پہچانی ہوئی

مجکو چکر آگیا وہ ہاتھ سے جھٹکا گری
کشتی صہبا بھنور میں پڑ کے طوفانی ہوئی

لے اُڑی گھونگھٹ کے اندر سے نگاہِ مست شوق
آج ساقی نے پلائی ہے ہمیں چھانی ہوئی

جان کر دشمن جو لپٹے جان میں جان آگئی
بارک اللہ کس مزے کی تم سے نادانی ہوئی

رات کو چھپکر نکل جاتی ہے میری آنکھ سے
سیر دیکھو نیند بھی کمبخت سیلانی ہوئی

چومتے ہی منھ پڑی رخ پر پسینے کی نقاب
ایک نادانی سے دونوں کو پشیمانی ہوئی

کیا ضرورت کیوں کہے دشمن زباں سے دل لگی بات
ہے مری جانی ہوئی اور آپکی مانی ہوئی

اے صبا میں اور کیا دوں قبر مجنوں کے لیے
خاک تھوڑی سی چڑھا دو نیا مری چھانی ہوئی

قبر پر ہنس گئے وہ صورت شمع و چراغ
کچھ گل افشانی ہوئی کچھ گوہر افشانی ہوئی

دلمیں گھر کرنا پھر اپنے گھر کے جانے کا خیال
واہ صاحب یہ بھی کیا گھر جانی من مانی ہوئی

اشکباری پر مری ہنستے ہیں یوں ہر صبح کو
کہیے حضرت رات کو کیا گوہر افشانی ہوئی

پھانسنا چاہا تھا دلکو رہ گئی خود دلمیں زلف
بدلے یوسف کے زلیخا آپ زندانی ہوئی

یار کے ہاتھوں ہوا جو کچھ ہوا اے تیغ ناز
تیری عریانی ہوئی یا میری قربانی ہوئی

آکے شیشے کے گلے تک پھسلی پڑتی ہے یہ شوخ
دختر رز بھی سیانی ہو کے مستانی ہوئی

رفتہ رفتہ دیدۂ تر کو ڈبویا اشک نے
پانی رستے رستے کشتی میری طوفانی ہوئی

کر گئی دیوانگی ہم کو بری ہر جرم سے
چاک دامانی سے اپنی پاک دامانی ہوئی

رہ گئے تم آنکھوں ہی آنکھوں میں زاہد لے اُڑا
دختر رز کی مغبچو اچھی نگہبانی ہوئی

خون کی چادر مبارک باچیا تلوار کو — میان سے باہر نکل کر بھی نہ عریانی ہوئی

شعبدے کیا کیا دکھاتی ہے اُتر کر دل میں زلف — سمٹی تو اُلجھن ہوئی پھیلی پریشانی ہوئی

باڑھ دی بانکی اداؤں نے جو خنجر کو جلیلؔ
ذبح کرنے میں مرے قاتل کو آسانی ہوئی

وقت دید آنکھوں میں جان زار ہے — ہائے کیا شے لذّت دیدار ہے

عشق اے دلِ جانستاں آزار ہے — کہہ چکے ہم آگے تو مختار ہے

یا خدا تیری بڑی سرکار ہے — چلبلا اِک بُت مجھے درکار ہے

دیکھیے کس کی ادا کرتی ہے کام — حور ہے قاتل پری تلوار ہے

اُن سے کہتا ہوں دکھا کر آئنہ — اک حسیں ایسا مجھے درکار ہے

تھی کوئی صورت اِن آنکھوں میں کبھی — جس جگہ اب حسرت دیدار ہے

جب پڑا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ — اس نزاکت پر بھی کیا تیار ہے

آئنے کے گھر میں آنا دیکھیے — اُن کے آگے در ہی جو دیوار ہے

اب تو اک تارِ گریباں بھی نہیں — دشت وحشت کیوں گلے کا ہار ہے

چرخ یا ہم سے لاگ رکھے یا لگاؤ — پھر غنیمت ہے پرانا یار ہے

آنکھ میں وہ سرمۂ دُنبالہ دار — میان سے اُگلی ہوئی تلوار ہے

ابر کی صورت رُلاتا ہے مجھے — چاند کا ہالہ گلے کا ہار ہے

ہو کے بسمل کچھ تو آنسو پُچھ گئے — زخم جو کھایا ہے دہندار ہے

تیغ ہی کے گھاٹ اُترنا ہے ہمیں — جب لگا دو ہاتھ بیڑا پار ہے

جان دینے کا ہو اُن پر کیا اثر — جانتے ہیں جان سے بیزار ہے

کوہکن پتھر اگر کاٹے تو کیا — ہجر کے دن کاٹنا دشوار ہے

کاش تم بھی اپنی چتون دیکھتے — بیوفائی کا جسے اقرار ہے

دیکھنے والوں کو سکتہ ہو گیا — آج واں پردہ سر بازار ہے

وصل ہی کا نام جب ٹھہرا وصال — آرزوئے مرگ پھر بیکار ہے

میں نے باہیں ڈالدیں یہ کہکے رات
اُس گلے کے واسطے یہ ہار ہے

رند سب سُن لیں گے واعظ کی مگر
سُن کے پی جانا ذرہ دشوار ہے

چال کر کے مجھ سے کہتا ہے وہ شوخ
اب زمانے کی یہی رفتار ہے

جس کا جتنا حوصلہ اتنی تلاش
تجکو عالم مجکو تو درکار ہے

تیشۂ فرہاد کی فریاد تھی
عاشقی کا ہے کو ہے بیگار ہے

اب تو وحشت بھی وہ اگلی سی نہیں
طوق کیوں میرے گلے کا ہار ہے

لاکھوں عاشق ہیں مگر اللہ رے میں
میرے ہی دل پر نگاہِ یار ہے

تیز ہم اُس کو کہیں کیا دیکھکر
ہم سے ٹیڑھی جب نگاہِ یار ہے

تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا
لنترانی اب تری بیکار ہے

دے کے جنبش اُسنے ابرو کو کہا
لے یہ میرے تیغے کا وار ہے

شعرگوئی کی کسے فرصت جلیل
یہ تو اپنے درد کا اظہار ہے

مری طرف سے یہ بے خیالی نجانے اُن کا خیال کیا ہے
کبھی نہ پوچھا ملال کیا ہے، کبھی نہ دیکھا کہ حال کیا ہے

مبارک اغیار سے تعلق نئی ہے چاہت نیا تعشق
بلا سے ہم ہو گئے تصدق اب اُسکا اُن کو ملال کیا ہے

تجھی کو جانا تجھی کو مانا تجھی پہ دی جان غائبانہ
چھپا نہیں کچھ مرا فسانہ یہ اب جواب و سوال کیا ہے

وصال ہو یا ہے جدائی تمھاری اے جان جیسی مرضی
جو اپنی حالت تھی میں نے کہدی اب آگے میری مجال کیا ہے

نظر اُٹھائیں جو آرسی سے تو اُن سے پوچھوں میں یہ ہنسی سے
لگائی ہے آنکھ کیا کسی سے کہو تو یہ دیکھ بھال کیا ہے

در محبت کا اک گدا ہوں پری کا طالب نہ حور کا ہوں

تجھی کو تجھ سے میں چاہتا ہوں بس اور میرا سوال کیا ہے

کہانتک اے واعظو یہ جھگڑے مزے اُٹھانے دو بیخودی کے
جو ہوش میں ہوں تو میں یہ سمجھوں حرام کیا ہے حلال کیا ہے

بس اب محبت سے ہاتھ اُٹھاؤ بھلے کو کہتے ہیں مان جاؤ
نہ آپ کو اسطرح مٹاؤ جلیل دیکھو تو حال کیا ہے

رات دل سے مرے اس درد کے نالے نکلے ۔ گھر سے اپنے وہ کلیجے کو سنبھالے نکلے
عکس کو پیار سے جب دیکھتے دیکھا تو کہا ۔ لیجیے یہ بھی مرے چاہنے والے نکلے
میری حسرت وہ نہیں میری مصیبت وہ نہیں ۔ میرے ٹالے جو ٹلے تیرے نکالے نکلے
بادل اُڑتے ہوے دیکھے تو کہا مستوں نے ۔ لو ہوا کھانے حسیں گیسوؤں والے نکلے
آ گئے آنکھ میں اب خیر نہیں اشکوں کی ۔ ہاے کیوں دل سے مرے نازونکے پالے نکلے
ناز و انداز نے تنہا اُنھیں چلنے نہ دیا ۔ ساتھ سب گوشۂ دامن کو سنبھالے نکلے
جو نہ مشتاق تھے وہ بھی ہوے مشتاق جمال ۔ منھ پر آنچل وہ اس انداز سے ڈالے نکلے
ہاے رخصت کی وہ ساعت وہ دُہائی گھر کی ۔ ہم سنبھالے اُنھیں وہ ہم کو سنبھالے نکلے
پھول لالے کے کھلے ہمنے یہ جانا ساقی ۔ رند ہاتھوں پہ لیے مے کے پیالے نکلے
دل کا پہلو سے نکلنا تھا کہ اُسکے ہمراہ ۔ میرے آنسو مری آہیں مرے نالے نکلے
کاش نکلے جو مرے دل سے تمھارا ناوک ۔ ساتھ اپنے کوئی ارماں بھی ترا لے نکلے
میری اک جان پہ اللہ ری یورش مژگاں کی ۔ غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے
جانِ من خیر تو ہے آج کدھر شام کو آپ ۔ زلفیں سلجھاے ہوے مانگ نکالے نکلے
بات مطلب کی نہیں کوئی فقط باتیں ہیں ۔ نامۂ یار بھی منطق کے رسالے نکلے
بے وفا ہو تمہیں معشوق پر اتنے بھی نہیں ۔ اک تمھیں سارے زمانے سے نرالے نکلے

اب کے صوفی بھی نہیں صاف دل افسوس جلیل
مسجدیں جنکو میں سمجھا تھا شوالے نکلے

ہمارے درد کی اُن کو دوا نہیں آتی ۔ جفا تو آتی ہے لیکن وفا نہیں آتی

دل وجگر کے دھڑکنے سے خاک تسکیں ہو / لگے ہیں سینے پہ پنکھے ہوا نہیں آتی
پیام بر یہ ہمارے نہ جانے کیا گذری / مرے بچے کی اُدھر سے صدا نہیں آتی
یہ ایک کھیل تھا دلمیں جو چٹکیاں لیلیں / بہت ہی بھولے ہیں اُن کو جفا نہیں آتی
وہ دیکھو آئنے میں کوئی گھورتا ہی تمھیں / حیا کی لیتے ہو اب کیوں حیا نہیں آتی
بہت نہ شوخ مزاجی کرو یہ محشر ہے / بتو خدا سے بھی تم کو حیا نہیں آتی
میں جانتا ہوں ہوا دشمنوں نے باندھی ہے / اِدھر جو تیری گلی کی ہوا نہیں آتی
نگاہیں پردے ہی پردے میں کام کرتی ہیں / یہ تیر چلتے ہیں لیکن صدا نہیں آتی
سبھی کو خوف ہی میری شب جدائی کا / پکارتا ہوں قضا کو قضا نہیں آتی
بلا کی زلف ہے آنکھیں بلا نگاہ بلا / مرے سر ان میں سے کوئی بلا نہیں آتی
شب فراق کو اے آسماں نگل جائے / ہمارے گھر کوئی ایسی بلا نہیں آتی
مرے تو ہوش ہی اُڑتے ہیں دیکھکر ساقی / پری یہ آتی ہے اُڑکر گھٹا نہیں آتی
اداے یار سے ہشیار اے دلِ ناداں / کہیں پکار کے ظالم قضا نہیں آتی
فراق آتش تر میں وہ کونسا دن ہے / کہ دلمیں آگ لگانے گھٹا نہیں آتی
ہوا ہوں کون سے زہرہ نشیں کا میں بیمار / نکل کے دل سے زباںتک دعا نہیں آتی
ادا کے ہوتے قضا کی دعائیں کرتا ہوں / یہ دیکھتا ہوں کہ آتی ہے یا نہیں آتی
اب آپ غیر کا دل لیکے سونگھتے کیا ہیں / ہر ایک پھول میں بوے وفا نہیں آتی
کلی کی طرح جو وہ منھ پھلائے رہتے ہیں / کچھ اُن سے باد صبا تو لگا نہیں آتی

شگفتہ خاک ہو غربت میں غنچۂ خاطر
جلیل اپنے چمن کی ہوا نہیں آتی

دل کی حالت کہی نہیں جاتی / کوئی اُمید کی نہیں جاتی
اُن کو سینے سے بھی لگا دیکھا / ہاے دل کی لگی نہیں جاتی
غصہ رکتا نہیں تو کہتے ہیں / یہ کڑی مے ہے پی نہیں جاتی
خوب چھوٹے وہ یہ سنا کے مجھے / تیری حالت سنی نہیں جاتی

طنز ہے میری سخت جانی پر
جان پیاری ہے دی نہیں جاتی

بات کرتے وہ قتل کرتا ہے
بات بھی جس سے کی نہیں جاتی

دل لگانے کے ذکر پر بولے
آپ کی دل لگی نہیں جاتی

کبھی ہم بھی تڑپ میں بجلی تھے
اب تو کروٹ بھی لی نہیں جاتی

ہیں وہی مجھ سے کاوشیں دل کی
دوست کی دشمنی نہیں جاتی

ہائے وہ جلوہ اُسکا ہوش ربا
آج تک بے خودی نہیں جاتی

حال نہ آئے زبان پر نہ سہی
کاش یہ آپ کی نہیں جاتی

غیر کا منھ ہے یہ دم وعدہ
کہ زبان اُن سے دی نہیں جاتی

بوسے دینے میں سوچ ہی یہ انھیں
دیکھیے پھر جبی لی نہیں جاتی

داغ دیتے ہیں زخم دیتے ہیں
دل کو تسکین دی نہیں جاتی

تو کبھی بھول کر نہیں آتا
یاد تیری کبھی نہیں جاتی

بار ہا ہو چکے جلیل ذلیل
عشق سے توبہ کی نہیں جاتی

مار ڈالا مسکرا کر ناز سے
ہاں مری جان پھر اسی انداز سے

ہجر کی شب راہ دیکھے موت کی
یہ نہ ہوگا آپ کے جانباز سے

کس نے کہدی اُنسے میری داستاں
چونک چونک اُٹھتے ہیں خواب ناز سے

پھر وہی وہ تھے وہاں اور کچھ نہ تھا
جس طرف دیکھا نگاہِ ناز سے

نوچ ڈالے خود قفس میں بال و پر
تنگ آ کر حسرتِ پرواز سے

ڈھونڈھتا ہوں اُسکو جس بیدرد نے
تیر مارے ہیں نگاہِ ناز سے

لاکھ فتنوں کا ہے گویا جاگنا
ایک دم اُٹھنا اُنکا خواب ناز سے

درد دل پہلے تو وہ سنتے نہ تھے
اب یہ کہتے ہیں ذرا آواز سے

مٹ گئے شکوے جب اُسنے اے جلیل
ڈالدیں باہیں گلے میں ناز سے

ہٹا دے اپنے چہرے سے نقاب اے یار تھوڑی سی
نکلنے دے خدارا حسرت دیدار تھوڑی سی

ہوا پورا نہ یہ ارماں بھی قاتل کی نزاکت سے
گلے پر میرے چلکر رہ گئی تلوار تھوڑی سی

اثر ہو یا نہ ہو حالت مری اُنسے بیاں کر دیں
کریں تکلیف میرے ہمدم و غمخوار تھوڑی سی

تمنا ہے کہ تیرے ہاتھ سے پینے کو ملجائے
نہیں پروا بہت سی ہو کہ ہو اے یار تھوڑی سی

کوئی بوسے کا طالب ہے کوئی ہے وصل کا خواہاں
نگاہ لطف ہے تیری ہمیں درکار تھوڑی سی

بڑی قسمت ہے اُنکی جو پڑے ہیں آپکے در پر
جگہ ہم کو بھی ملجائے پس دیوار تھوڑی سی

کہا تھا میں نے گورے گال پر کیا خوشنما تل ہے
اسی پر میرے اُنکے ہوگئی تکرار تھوڑی سی

لحد والے بہت مشتاق ہیں شور قیامت کے
سنا دو چلکے تم پازیب کی جھنکار تھوڑی سی

تری چبھتی ہوئی مژگاں کا یوں الطف تو جب ہے
کہ تھوڑی سی ہو دل میں اور دلکے پار تھوڑی سی

خطا میری نہ تھی کچھ وہ رقیبوں پر برستے تھے
ادھر بھی آگئی تقدیر سے بوچھار تھوڑی سی

ہزاروں کی تمنا آپ کے ہاتھوں ہوئی پوری
جلیل زار کی بھی عرض ہے سرکار تھوڑی سی

نگہ سے قتل کریں یہ ادا نہیں آتی
لگائیں تیغ وہ کیونکر لگا نہیں آتی

ہمارے رنگ پریدہ کا صبر ڑہی گیا
حنا وہ ملتے ہیں رنگت ذرا نہیں آتی

دل مریض کی یارب ہو خیر سننے میں
شکست دل کی بھی اب تو صدا نہیں آتی

ہماری آنکھ بھری نزع میں وہ کہتے ہیں
یہ روٹھ جانے کی ہم کو ادا نہیں آتی

مزار والے قیامت کی نیند سوتے ہیں
پکارتا ہوں میں کب سے صدا نہیں آتی

یہ کیا بلا ہے کہ دل پر تو چھائی جاتی ہے
ہمارے ہاتھ وہ زلف رسا نہیں آتی

جھمک کے آئی ہے کیا سر یہ نازنیں تلوار
قضا بھی آتی ہے پر یہ ادا نہیں آتی

وہ ہاتھ بھی نہیں اُسکو لگاتے ہیں جبتک
کسی کے خون میں بسکر حنا نہیں آتی

خدا کی شان ہمیں تیر وہ لگائیں گے
کسی سے آنکھ بھی جنکو لگا نہیں آتی

نکل ہی آئے گا پہلو مرے تڑپنے کا
ادا سے کہدو کہ ہم کو ادا نہیں آتی

گلی تک آپ کی جانا صبا کو دو بھر ہے
یہ مشت خاک ٹھکانے لگا نہیں آتی

بھڑک ہی جائے گی جو آگ ہے دبی دل میں
عدو سے ملکے مجھے خاک میں ملا دیتے
حلال کرتے ہیں وہ بھولے پن کی باتوں سے

جگر کے چاک سے کس دن ہوا نہیں آتی
ہزار شکر کہ ان کو وفا نہیں آتی
پھر اُسپہ کہتے ہیں مجکو جفا نہیں آتی

جلیل یوں تو وہ باتیں بہت بناتے ہیں
کسی غریب کی بگڑی بنا نہیں آتی

دامن جو چھو لیا ہے کسی گلعذار کا
فرقت میں ہے خیال کسی گلعذار کا
وہ آئے یا نہ آئے کچھ اس سے غرض نہیں
ممکن ہے آنکھ سے نہ بہائیں ہم اشک غم
طاقت نہیں کہ دیدۂ گریاں کی لوں خبر
وعدے کا اعتبار تو اے یار ہے مگر
آمد بہار جنوں کی ہے رخصت حواس کی
ملتا جو کوہکن تو ہم اُس سے یہ پوچھتے

ملتا نہیں مزاج نسیم بہار کا
میری خزاں میں رنگ ہے فصل بہار کا
آنکھوں کو پڑ گیا ہے مزہ انتظار کا
لیکن علاج کیا ہے دل بیقرار کا
مشکل ہے توڑنا مجھے اشکوں کے تار کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا
دونوں کو انتظار ہے فصل بہار کا
کیونکر کٹے پہاڑ شب انتظار کا

اِن گلرخوں کا دور ہوا جب سے اے جلیل
نقشہ بدل گیا چمن روزگار کا

دیر میں آیا تو کیا قاصد شتاب آیا تو کیا
آنکھ بھی ساقی ملاتا جا خدا کے واسطے
رات کو آکر جو تم ملتے تو ہاں اک بات تھی
رات کو سونا نہ سونا سب برابر ہو گیا
عمر گذری ہے مرے دل کو تڑپتے لوٹتے
کمسنی میں ظلم کیا کم تھا جواب ہو گا سوا
شرم کا دعوا ہے ہی بیجا اپنی چتون دیکھیے
عشق میں ہونی تھی رسوائی جہانتک ہو چکی

اُن کو آنا چاہیے خط کا جواب آیا تو کیا
دور میں خالی اگر جام شراب آیا تو کیا
صبح کو صورت دکھانے آفتاب آیا تو کیا
تم نہ آئے خواب میں آنکھوں میں خواب آیا تو کیا
برق کے حصے میں دم بھر اضطراب آیا تو کیا
برچھیاں تانے ہوے تیرا شباب آیا تو کیا
شوخیوں کے ساتھ آنکھوں میں حجاب آیا تو کیا
اب مرے بس میں دل خانہ خراب آیا تو کیا

تاب نظارہ نہیں میری نظر کو اے جلیل
بے نقاب آیا تو کیا وہ با نقاب آیا تو کیا

موسم گل میں عجب رنگ ہے میخانے کا
شیشہ جھکتا ہے کہ منہ چوم لے پیمانے کا

خوب انصاف تری انجمن ناز میں ہے
شمع کا رنگ جمے خون ہو پروانے کا

اٹھ گئے آپ جو پہلو سے قیامت آئی
دل گیا ورد کو پہلو مرے تڑپانے کا

میں سمجھتا ہوں تری عشوہ گری کو ساقی
کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

بیخودی جائے یہ دم بھر مجھے منظور نہیں
ہوش آیا کہ لیا راستہ میخانے کا

چارہ گر چاہیے دونوں کے لیے ای ناصح
مجکو سودا ہے مرض ہے تجھے سمجھانے کا

شکر کرتا ہوں کہ منت کش ساقی نہ ہوا
ہو گیا مست سماں دیکھ کے میخانے کا

رات بھر آتش حسرت سے جلا کرتی ہے
شمع پر صبر پڑا ہے کسی پروانے کا

صحبت پیر مغاں میں یہ کھلا راز جلیل
خلد کہتے ہیں جسے نام ہے میخانے کا

ظالم مری وفا کا یہ اچھا صلا دیا
اک داغ دل تھا اسکو بھی تو نے مٹا دیا

چل پھر کے تم نے رنگ چمن کا بڑھا دیا
غنچے کو پھول پھول کو گلشن بنا دیا

ناوک نوا اور بھی تھے مرے دل کی تاک میں
تیری نظر نے بڑھ کے نشانہ اڑا دیا

شب بھر رہا یہ حال ترے انتظار میں
جھپکی جو آنکھ دل نے تڑپ کر جگا دیا

دل دے دیا نظر کو جگر تیر ناز کو
دونوں کو آج ہم نے ٹھکانے لگا دیا

لائے گا کوئی راہ پہ کیا چشم یار کو
دل لے کے جسنے خضر کو رستہ بتا دیا

دلبر کا شکوہ کیجیے یا دل کو روئیے
دونوں نے مل کے خاک میں ہم کو ملا دیا

آتا نہیں خیال اب اپنا بھی اے جلیل
اک بیوفا کی یاد نے سب کو بھلا دیا

قاتل نے ہنس کے اور بھی مجکو لٹا دیا
چھڑکا نمک تو زخم نے کیا کیا مزا دیا

آنکھوں سے مثل اشک جو تم نے گرا دیا
شرمندگی نے خاک میں مجکو ملا دیا

ساقی کے دم سے باغ میں ہے میکدہ کا رنگ
جس گل پہ آنکھ پڑ گئی ساغر بنا دیا

پھرنے لگا وہ شوخ ہماری نگاہ میں
آنکھوں سے آج شرم کا پردہ اٹھا دیا

کچھ میں ہی انکے لطف و غضب کا نہیں شکار
کتنوں کو سر چڑھا کے نظر سے گرا دیا

جی چاہتا ہے پھر کوئی تجھ سے کروں سوال
تیری نہیں نہیں نے غضب کا مزا دیا

دیوانگی سے ہو گئی شہرت جمال کی
ہم تو بگڑ گئے مگر اسکو بنا دیا

دامن سے اب لپٹ کے اٹھیگا مرا غبار
اچھا کیا جو خاک میں تم نے ملا دیا

آنکھوں کا ہے یہ رنگ محبت میں اے جلیل
پوچھا کسی نے حال تو دریا بہا دیا

مائل جور و ستم وہ بت ناداں نہ رہا
جی بہلنے کا ہمارے کوئی ساماں نہ رہا

بزم خلوت نہ رہی عیش کا ساماں نہ رہا
جز غم و درد ہمارا کوئی پرساں نہ رہا

ہمصفیران چمن ہو گئے نذر صیاد
نالہ کرنے کا مزا اے دل نالاں نہ رہا

اور احباب تو کیا ساتھ ہمارا دیتے
ایک سایہ تھا تو وہ بھی شب ہجراں نہ رہا

فکر درماں جو ہوئی بھی تو ہوئی کب مجکو
جب مرا درد جگر قابل درماں نہ رہا

بات کیا ہے کہ تہ تیغ ستم کرکے مجھے
قتل کا شوق تجھے قاتل دوراں نہ رہا

آج سنتا ہوں کہ دشمن کے گلے مل آیا
اب مرے کام کا تو خنجر براں نہ رہا

دلمیں حسرت بھی تھی ارماں بھی تھے سب کچھ تھا
اب سوا تیرے کوئی اے غم جاناں نہ رہا

وہ تھے پہلو میں تو ہنس ہنس کے لٹاتے تھے جلیل
اب کوئی زخم جگر پر نمک افشاں نہ رہا

وہ کاش خنجر ابرو سے قتل کر جاتا
ہم اسکو دیکھ تو لیتے بلا سے سر جاتا

یہ کیا ادا ہے کہ آتے ہی راہ لی گھر کی
تم اسقدر تو ٹھہرتے کہ دل ٹھہر جاتا

نشانہ تجھ پہ مجھے ہر طرح سے ہونا تھا
جو تو حلال نہ کرتا تڑپ کے مر جاتا

نہ بعد قتل بھی ہوتی مجھے سبکدوشی
وہ سر اتار کے احساں کا بوجھ دھر جاتا

شراب صرف نہ ہوتی جو ہوتے وہ ساقی
نگاہ مست سے رندوں کا جام بھر جاتا

جگر کی آگ بھڑکتی نہ اسقدر قاتل
گلے سے تیغ کا پانی اگر اُتر جاتا

ہمیں ہیں ایسے کہ غمزے ترے اُٹھاتے ہیں
رقیب پر جو یہ پڑتی غریب مرجاتا

نقاب اُلٹ کے پئے قتل تجکو آنا تھا
کہ دیکھتا جو تجھے میں خوشی سے مرجاتا

جلیل وعدہ معشوق کا بھروسا کیا
ابھی زبان سے کہتا ابھی مکر جاتا

سلام

کربلا میں جو علیؑ کا مہ انور آیا
پوچھتی تھی یہ زمیں کون فلک پر آیا

رو کے بانو نے کہا رن سے جو اصغر آیا
خون میں آج مرا لعل نہا کر آیا

پیاس مرغوب تھی اُس بحر کرم کو ورنہ
بارہا جام بکف چشمہ کوثر آیا

شکر ہے سنگدلوں میں نہ رہا لعل کوئی
حُر جو آیا مع فرزند و برادر آیا

اڑ کے آیا جو سمند شہ والا رن میں
سب یہ سمجھے کہ ہما جوڑ کے شہپر آیا

شہ کے پابوس کو آیا نئے انداز سے حُر
نذر دینے کو ہتھیلی پہ لیے سر آیا

مشک بھرنے کو جو اُترے ہیں علمدار حسینؑ
شور برپا ہے کہ دریا میں سمندر آیا

حال سجادؑ کا جب وقت اسیری دیکھا
بیڑیاں چیخ اُٹھیں طوق کو چکر آیا

آ کے تڑپا گئی یاد شہدا مجکو جلیل
تیر آیا نہ چھری آئی نہ خنجر آیا

سلام

داغ دل بن کے غم سید ابرار رہا
زندگی بھر مجھے جلنے سے سروکار رہا

آفریں صبر و تحمل پہ شہ بیکس کے
ایک دم لاکھ بلاؤں میں گرفتار رہا

حوصلہ دیکھیے اُس شاہ جواں ہمت کا
پیاس میں جام شہادت کا طلبگار رہا

قافلے میں نہ بچا کوئی بجز عابدؓ کے
ایک بیمار بہتر کا عزادار رہا

کٹ گئے ہاتھ جو عباس کے وقتِ پیکار — رعب اُس شیر کا کھینچے ہوئے تلوار رہا

کیسے کیسے صفِ اعدا میں قوی ہیکل تھے — سب پہ بھاری خلفِ حیدرِ کرار رہا

گل جو زخموں کے کھلے اُنپہ نظر کیا ہوتی — شاہ کے پیشِ نظر خُلد کا گلزار رہا

عرض کرنا مرے آقا سے یہ اے بادِ صبا — تشنہ لب تم رہے میں تشنۂ دیدار رہا

تشنہ کا مدّاح بھی اور ہی گریاں بھی جلیل
کبھی آنکھوں سے کبھی لب سے گہربار رہا

اُس کا جلوہ جو کوئی دیکھنے والا ہوتا — لطفِ دیدار قیامت پہ نہ ٹالا ہوتا

کیسے خوش رنگ ہیں زخمِ جگر و داغِ جگر — ہم دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

دل نہ سنبھلا تھا اگر دیکھ کے جلوہ اُسکا — تو نے اے دردِ جگر اُٹھ کے سنبھالا ہوتا

تم جو پردے میں سنورتے ہو نتیجہ کیا ہے — لُطف جب تھا کہ کوئی دیکھنے والا ہوتا

میں سمجھتا تھا اُسے تیری نشانی قاتل — تیر کو دل سے نہ اے کاش نکالا ہوتا

تم نے ارمان ہمارا نہ نکالا نہ سہی — اپنے خنجر کا تو ارمان نکالا ہوتا

دے کے بوسہ جو غریبوں کی دُعا تم لیتے — اور بھی حُسنِ خداداد دوبالا ہوتا

غیر پر ہاتھ نہ قاتل کا پڑا خیر ہوئی — ورنہ غیرت نے مجھے مار ہی ڈالا ہوتا

دل کے ہاتھوں نہ ملا چین کسی روز جلیل
ایسے دشمن کو نہ آغوش میں پالا ہوتا

حُسن و اُلفت میں خدا نے ربط پیدا کر دیا — دردِ دل مجکو دیا تم کو مسیحا کر دیا

خوب کی تقسیم تو نے اے خیالِ زلفِ یار — دل کو نذرِ داغ سر کو وقفِ سودا کر دیا

جان لے لینا جلانا کھیل ہے معشوق کا — آنکھ سے مارا لبِ نازک سے زندہ کر دیا

ناز ہو یا دلبری افسوں ہو یا جادوگری — سب کو قدرت نے تری چتون کا حصّہ کر دیا

دل اُدھر رخصت ہوا ہوش اسطرف چلتے ہوے — کس کی آنکھوں نے یہ در پردہ اشارا کر دیا

میں کہاں اُلفت کہاں یہ سب کرشمے دل کے ہیں — تم پہ خود شیدا ہوا مجکو بھی شیدا کر دیا

مرحبا اے ساقیِ خاور نظر صد مرحبا — مست آنکھوں نے مرا نشہ دوبالا کر دیا

میں نہ ایسا جانتا تھا تیری چشم شوخ کو
فتنے برپا کرتے کرتے حشر برپا کر دیا

دل تڑپتا ہے تو کچھ تسکین ہوتی ہے جلیل
جی بہلنے کو خدا نے درد پیدا کر دیا

ہے ستم ناز سے آنا سر مدفن تیرا
خاک اُڑ کر نہ کہیں تھام لے دامن تیرا

تجکو شکوہ ہے کہ عشاق نے بدنام کیا
سچ تو یہ ہے کہ ترا حسن ہے دشمن تیرا

سن جو کم ہے تو زیادہ ہے ستم کا ٹیکا
قتل کو کھیل سمجھتا ہے لڑکپن تیرا

چاہتا ہوں کہ جنوں میں یہ اثر پیدا ہو
میں کروں جامہ دری چاک ہو دامن تیرا

توبہ ہونے لگی بیداد سے دو نالوں میں
اب کہاں ہے وہ کلیجہ بُت پرفن تیرا

خار ہیں ہم جو نظر میں تو چلے جاتے ہیں
باغباں تجکو مبارک رہے گلشن تیرا

چاند سورج کو اسی غم نے کیا آوارہ
کہ شب و روز ہے روشن رُخ روشن تیرا

وہ حنا ہاتھ میں ملتے ہیں ادا کہتی ہے
سُرخرو دوست ہو پامال ہو دشمن تیرا

کیا شگفتہ گل اشعار ہیں دیواں میں جلیل
تر و تازہ رہے تا حشر یہ گلشن تیرا

خدنگ ناز سے قاتل نے وہ لگائی چوٹ
کہ دل بھی لوٹ گیا جان رہ بھی آئی چوٹ

ٹپک پڑیں مژہ تر سے خون کی بوندیں
جو دل نے کھائی تھی آخر وہ رنگ لائی چوٹ

کریں وہ دل کو چٹیلا تو کچھ کمال نہیں
کمال یہ ہے کہ دیتی نہیں دکھائی چوٹ

بتوں نے دل کو جو صدمہ دیا ہے کیا کہیے
یہ شیشہ وہ ہے کہ پتھر کی جسنے کھائی چوٹ

رقیب سے وہ خفا ہیں تو میں مناؤں کیوں
جنوں نہیں ہے کہ لوں اپنے سر پرائی چوٹ

رقیب کیوں ہو نشانہ ترا مرے ہوتے
کہ اہل درد سے رکھتی ہے آشنائی چوٹ

گماں ہوا کہ لگی دل پہ چوٹ پتھر کی
جو برگ گل سے بھی اس شوخ نے لگائی چوٹ

کسی کی تیغ ادا کا تھا اسقدر مشتاق
کہ ہو کے سینہ سپر میں نے دل پہ کھائی چوٹ

جلیل سنگ حوادث کا کیا کریں شکوہ
ہمارے دل نے سدا چوٹ پر اٹھائی چوٹ

مہرباں ہو کے ہوئے آپ خفا کیا باعث
میرے ہوتے مرے دشمن پہ جفا کیا باعث

بانکپن کا کوئی جوہر تو دکھایا ہوتا
رہ گئی کھنچ کے تری تیغ ادا کیا باعث

اب تو آواز فغاں بھی نہیں آتی دل سے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہوا کیا باعث

اُن سے پوچھے کوئی جو دل کو پھنسا رکھتے ہیں
اُڑ گیا ہاتھ سے کیوں رنگ حنا کیا باعث

کیا حنا پاؤں میں دونوں نے لگا رکھی ہے
نہ وہ آتے ہیں الٰہی نہ قضا کیا باعث

کیا کوئی رشک چمن آج چمن میں آیا
ناز کرتی ہوئی چلتی ہے صبا کیا باعث

کسی میکش کا مگر شیشۂ دل ٹوٹا ہے
سر میخانہ جو روتی ہے گھٹا کیا باعث

تم تو وارفتہ و دلدادہ بتوں کے ہو جلیلؔ
پارسا کہتی ہے کیوں خلق خدا کیا باعث

ذبح کرنے میں کمی او ستم ایجاد نہ کر
رحم کر رحم کے پردے میں یہ بیداد نہ کر

میں یہ کہتا نہیں اے دل کہ اسے یاد نہ کر
یاد کر شوق سے ہاں نالہ و فریاد نہ کر

ابھی کچھ دیر ہے صیاد بہار آنے میں
اور دو روز قفس سے مجھے آزاد نہ کر

کھینچ دے یار کی تصویر مری آنکھوں سے
اے تصور مجھے منّت کش بہزاد نہ کر

پھول گلزار کے پژمردہ ہوے جاتے ہیں
گرم نالے بہت اے بلبل ناشاد نہ کر

عشق کہتا ہے یہ اُس سے کہ عشاق کو بھول
ناز کہتا ہے کہ بھولے سے کبھی یاد نہ کر

ایک مدت سے نہ قاصد ہے نہ خط ہے نہ پیام
اپنے وعدہ کو تو کر یاد مجھے یاد نہ کر

دل میں رہ کر یہ مری دل شکنی خوب نہیں
جس کو آباد کیا ہے اُسے برباد نہ کر

صبح کو رات کا افسانہ ہے بیکار جلیلؔ
عہد پیری میں جوانی کے مزے یاد نہ کر

دل کے سب داغ کھلے ہیں گل خنداں ہو کر
رنگ لایا ہے یہ غنچہ چمنستاں ہو کر

سر بالیں مرے جلاد سے بیٹھا نہ گیا
اُٹھ گیا زخم جگر پر نمک افشاں ہو کر

قتل عشاق کا انجام یہی ہونا تھا
ہاتھ ملتے ہیں وہ اب دل میں پشیماں ہو کر

خوب ڈھونڈھا تو ملا اتنا پتہ دلبر کا
دل مشتاق میں رہتا ہے وہ ارماں ہو کر

نیند آتی جو کبھی زلف کے دیوانے کو
چونک اُٹھا خواب پریشاں سے پریشاں ہو کر

نگہ شوق تو در پردہ خبر لیتی ہے
آپ جائیں گے کہاں آنکھ سے پنہاں ہوکر

شہرہ حسن ابھی کیا ہے شباب آئندہ
نام چمکے گا تمھارا مہرِ تاباں ہوکر

کیا تماشا ہے کہ خنجر جو کھنچا رہتا تھا
وہ گلے سے مرا لپٹا ہے گریباں ہوکر

باخدا ایسے کہاں ہوتے ہیں جیسے ہیں جلیل
جان دیتے ہیں بتوں پر یہ مسلماں ہوکر

نازکرتا ہے جو تو حسن میں یکتا ہوکر
میں بھی نازاں ہوں ترا عاشق شیدا ہوکر

کس کے رخسار دم سیر چمن یاد آئے
پھول آنکھوں میں کھٹکنے لگے کانٹا ہوکر

درد تھا دل میں تو جینے کا مزہ ملتا تھا
اب تو بیمار سے بدتر ہوں میں اچھا ہوکر

دام سے چھوٹ کے بھی میری اسیری نہ گئی
زلف صیاد گلے پڑ گئی پھندا ہوکر

چھپکے رہنا ہے جو سب سے تو یہ مشکل کیا ہے
تم مرے دلمیں رہو دل کی تمنا ہوکر

کیا ستم ہے شب وعدہ وہ خفا ملتے ہیں
رنگ لائے نہ کہیں خون تمنا ہوکر

تیر چٹکی سے نہ چھوڑا تھا ابھی قاتل نے
رہ گیا دل مرے پہلو میں نشانا ہوکر

اب بھی پیاسا کوئی رہجائے تو قسمت اسکی
یار کی تیغ روانی پہ ہے دریا ہوکر

دہن یار کی تعریف جو کی ہے جلیل
اڑ گیا طائر مضموں مرا عنقا ہوکر

نیمجاں ہوکے تڑپتے رہیں بسمل کب تک
یہ رکاوٹ یہ کھچاوٹ تری قاتل کبتک

ناوک ناز کا جسکا دل بسمل کب تک
تیری خاطر رہوں منت کش قاتل کبتک

میں تو سنتا تھا ترا وصف کہ دریا دل ہے
آب خنجر کو ترستا ہوں قاتل کبتک

اک نہ اکدن ہدف تیر نظر ہونا ہے
میں بچاؤں گا تمھیں اے جگر و دل کبتک

گرم آہوں سے تو ہوجاتے ہیں پتھر پانی
بت بیدرد پسیجے گا ترا دل کبتک

حسن چمکا ہے جوانی میں تو نازاں کیوں ہو
یہ تو سوچو کہ فروغ مہ کامل کبتک

سخت جاں میں ہوں چھری کند ہے نازک جلاد
دیکھیے ہوتی ہے آساں مری مشکل کبتک

پھر وہی میں ہوں وہی دشت نوردی ہے جلیل
مجکو روکیں گے بھلا طوق و سلاسل کبتک

میں ہوں عشق میں سرگشتہ و حیراں کبتک
اے جنوں سلسلہ زلف پریشاں کبتک

دل بسمل ہے مرا تیر نظر کا مشتاق
ناوک افگن خلش ناوک مژگاں کبتک

اے فلک تیرے کرم کی کوئی حد ہے کہ نہیں
میرے حصے میں بلائے شب ہجراں کبتک

ناوک ناز سے تم راہ نکالو کوئی
دلمیں گھٹ گھٹ کے رہیں حسرت و ارماں کبتک

تیرے نالے کا نہیں جب کوئی سننے والا
پھر یہ ہنگامۂ محشر دل نالاں کبتک

تنگ آکر یہ مرا دست جنوں کہتا ہے
میں گریباں سے رہوں دست و گریباں کبتک

فخر ہے میرے لیے ناز اُٹھانا تیرا
لیکن اے دشمن جاں رہزن ایماں کبتک

دیگئے دل کی عوض داغ یہ کہکر وہ جلیل
میں رہوں آپ کا شرمندۂ احساں کبتک

حُسن یہ ہے کہ دلربا تم ہو
عیب یہ ہے کہ بے وفا تم ہو

اس سے بڑھکر عروج کیا ہوگا
مہر طلعت ہو مہ لقا تم ہو

تم سمجھتے ہو چرخ کو ظالم
میں سمجھتا ہوں کچھ سوا تم ہو

جانتے ہیں تمھارے شیدائی
تم نہیں جانتے کہ کیا تم ہو

تم کو زیبا ہے جان و دل لینا
خوبصورت ہو خوش ادا تم ہو

ہے جبھی لطف آشنائی کا
کاش کچھ درد آشنا تم ہو

سچ ہے یا جھوٹ لوگ کہتے ہیں
فتنہ پرور ہو فتنہ زا تم ہو

مدعا پوچھتے ہیں وہ میرا
کہدے اے قاصد کہ مدعا تم ہو

جب وہ ملتے ہیں پوچھتے ہیں جلیل
سچ کہو کس پہ مبتلا تم ہو

یا خدا درد محبت میں اثر ہے کہ نہیں
جسپہ مرتا ہوں اُسے میری خبر ہے کہ نہیں

اُٹھ گئے شیشہ و پیمانہ ابھی سے ساقی
پوچھ لینا تھا کوئی تشنہ جگر ہے کہ نہیں

مجھ سے ارشاد یہ ہوتا ہے کہ تڑپا نکرو
کچھ تمھیں اپنی اداؤں پہ نظر ہے کہ نہیں

دیکھ لی تم نے مرے دل کی تڑپ سچ کہنا
کچھ تمھیں بھی خلش درد جگر ہے کہ نہیں

شیشۂ دل کو مرے سنگ جفا سے توڑا
بت ظالم تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ نہیں

چٹکیاں دل میں تو لیتے ہو بہت ہنس ہنس کر — کچھ تمہیں نالۂ دل کی بھی خبر ہے کہ نہیں
آج تقدیر بھی کمبخت پڑی سوتی ہے — کس سے پوچھوں شب فرقت کی سحر ہے کہ نہیں
ہاتھ رکھ دو مرے سینے پہ تو ظاہر ہو جائے — سوز دل ہی کہ نہیں سوز جگر ہے کہ نہیں

سچ تو کہتا ہے ترا ناصح غمخوار جلیل
تجکو انجام محبت پہ نظر ہے کہ نہیں

میں کسی اور سے کیوں شکوۂ بیداد کروں — لطف جب ہی کہ تجھی سے تری فریاد کروں
دل جگر میں تو کوئی خون کا قطرہ نہ رہا — کیا تواضع تری اے ناوک جلاد کروں
رحم آیا ہے نہ آئے گا کبھی قاتل کو — میں کہاں تنگ دہن زخم سے فریاد کروں
دل تو کہتا ہے غم عشق کا اظہار نہ ہو — درد دل کا یہ تقاضا ہے کہ فریاد کروں
دو گھڑی چین سے رہنے کی یہی صورت ہے — تجکو قاتل کے حوالے دل ناشاد کروں
مست کر دے مجھے ساقی مگر اس شرط کیساتھ — ہوش اتنا رہے باقی کہ تجھے یاد کروں
تازہ کرتا ہے مرے زخم کہن کو صیاد — مجھ سے کہتا ہے بہار آئے تو آزاد کروں

مجکو مدت ہوئی رہتے ہوئے گلشن میں جلیل
چل کے اب خانۂ صیاد کو آباد کروں

میری آنکھوں سے مرے یار کا جلوا دیکھو — چشم مجنوں سے بہار رخ لیلا دیکھو
ہوش اڑ جائیں اگر یار کا جلوا دیکھو — جھوٹ سمجھو نہ اُسے حالت موسیٰ دیکھو
آنکھ بجلی سے لڑانا کوئی آسان نہیں — یار کے دیکھنے والوں کا کلیجا دیکھو
ناوک ناز سے کرتے وہ وزن دلمیں — راہ پاکر نہ نکل جائے تمنا دیکھو
نگہ شوق سے بیکار خفا ہوتے ہو — آئینہ لے کے ذرا حسن تو اپنا دیکھو
جان لینے میں مری جان کوئی لطف نہیں — نیم جاں چھوڑ کے بسمل کا تماشا دیکھو
ناز و انداز سے چلتے ہو جو تم محشر میں — پھر نہ ہو جائے قیامت کہیں برپا دیکھو
دیکھ کر ایک نظر قتل کیا ہے تم نے — جان آجائے اگر مڑ کے دوبارا دیکھو

اشک آنکھوں میں ہی سوزش ہو کلیجے میں جلیل

دل لگانے کا یہ ہوتا ہے نتیجا دیکھو

بے پیئے چین اب آتا نہیں دم بھر مجکو
لب معشوق ہے ساقی لب ساغر مجکو

کس کے آگے میں کہوں اپنی تمنائے قتل
پوچھتی ہے کوئی تلوار نہ خنجر مجکو

خون ہو جائے گا تو یہ کا بلا سے ساقی
تو پلا دے مے گلرنگ کا ساغر مجکو

جان لینے کی خوشی ہے یہ خبر تجکو نہیں
دم عیسے ہے ستمگر دم خنجر مجکو

میں نے تو درد محبت کو چھپا رکھا تھا
تو نے بدنام کیا اے دل مضطر مجکو

کچھ تعارف کی ضرورت نہیں میخانے میں
خوب پہچانتے ہیں شیشہ و ساغر مجکو

چھیڑتا ہوں تری پلکوں کو اسی مطلب سے
رگ جاں کے لئے درکار ہے نشتر مجکو

دیر و کعبہ کی زیارت تو فقط حیلہ ہے
جستجو تیری لیے پھرتی ہے گھر گھر مجکو

میکشی کے جو مزے رہتے ہیں یار و ہمیں جلیل
یاد آئیں گے یہ جلسے لب کوثر مجکو

سہرا

شاہ نوشاہ بنے باندھ کے سر پر سہرا
آج گرے گا زمانے کو مسخر سہرا

آب گوہر میں جو ڈوبا ہے سراسر سہرا
آتش حسن سے جلتا نہیں رخ پر سہرا

کہہ کے جب ضل علی ظل خدا نے باندھا
بن گیا سایۂ اللہ و پیمبر سہرا

شاہ نوشاہ زمانے میں بہت تھے لیکن
سر بلندی کا رہا آپ ہی کے سر سہرا

حبذا فرق مبارک پہ مرصع افسر
مرحبا چاند سے چہرے پہ منور سہرا

صدف دولت و اقبال کا گوہر نوشہ
چمن عیش و مسرت کا گل تر سہرا

کامرانی کی ہے تصویر سراپا نوشہ
شادمانی کی ہے تفسیر سراسر سہرا

مشورے ہوتے ہیں رعنائی و زیبائی میں
دل میں نوشاہ تو آنکھوں میں کرے گھر سہرا

حسن و خوبی کی نہ کیوں شان دو بالا ہو جائے
طول میں ہے قد نوشہ کے برابر سہرا

شوخ ایسا ہے کہ چھونے سے الجھ پڑتا ہے
مجکو حیرت ہے کہ گوندھا گیا کیونکر سہرا

ایک سہرے پہ ہزاروں کی لڑی ہیں آنکھیں
نئے پھولوں کا ہے پہنے ہوئے زیور سہرا

چال سوجھی یہ نئی رنگ جمانے کے لیے
دیکھیے اُسکو تو پتلی میں سماجاتا ہے
تم پہ سایہ رہے عثمان و علی کا ہردم
موتیوں کا ہے جو سہرا سر نوشہ پہ جلیل

پائے بوسی کو چلا سر سے اُتر کر سہرا
ناپیے اُس کو تو ہے قد کے برابر سہرا
حق سبز او ار کرے پھر ہمیں پر سہرا
ہم بھی لکھ لائے ہیں گنجینۂ گوہر سہرا

تیغ قاتل نے عجب رنگ جما رکھا ہے
آئینہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ معشوق ہے تو
میں کسی اور کا شکوہ جو کروں بیجا ہے
مشغلہ ہے یہ غنیمت شب تنہائی میں
آپ ہنستے ہیں ہنسیں آپکو زیبا ہے ہنسی
کیا قیامت ہے کہ مشتاق بنا کر مجکو
نگہ مست نہیں ہوش میں آنے دیتی

خون کا نام ستمگر نے حنا رکھا ہے
تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے
کون سا ظلم مرے دل نے اُٹھا رکھا ہے
درد نے دل کو تڑپنے پہ لگا رکھا ہے
آپ نے کیوں مرے زخمونکو ہنسا رکھا ہے
اُسنے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے
بے پلائے مجھے ساقی نے لٹا رکھا ہے

شاہ کی مدح سے ہے شعر میں تاثیر جلیل
ورنہ ظاہر ہے کہ الفاظ میں کیا رکھا ہے

کر کے وابستہ گیسوے پریشاں تونے
تیر تو جتنے چبھے تھے وہ نکالے لیکن
ہم تو در پردہ محبت کے مزے لیتے تھے
آئنے پر ہے بہت چشم عنایت تیری
یہ نہ سمجھا کہ خدا کی ہے امانت اس میں
لطف دیدار سے محروم رہا جاتا ہوں
میں تو قائل ہوں کرامت کا تری پیر مغاں

کس بلا میں مجھے ڈالا دل ناداں تونے
میرے دل سے نہ نکالا کوئی ارماں تونے
راز دل کھول دیا دیدہ گریاں تونے
ابھی دیکھا نہیں میرا دل حیراں تونے
دل مرا چھین لیا دشمن ایماں تونے
کھو دیے ہوش مرے جلوہ جاناں تونے
دھو دیا مے سے مرا دفتر عصیاں تونے

دل کی رونق ہے حسینونکے تصور سے جلیل
خوب آباد کیا خانہ ویراں تونے